IFTIKHAR H. NAQVI

تجلیاتِ قمر

غمِ جاوداں

میر ثانی استاد سید محمد حسین قمر جلالوی مرحوم

ترتیب
مجاہد لکھنوی

اہتمام
انصار حسین واسطی

ناشران

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

پرنٹر۔ پبلشر۔ بکسیلرز۔ ایم۔ اے۔ جناح روڈ ــــ کراچی

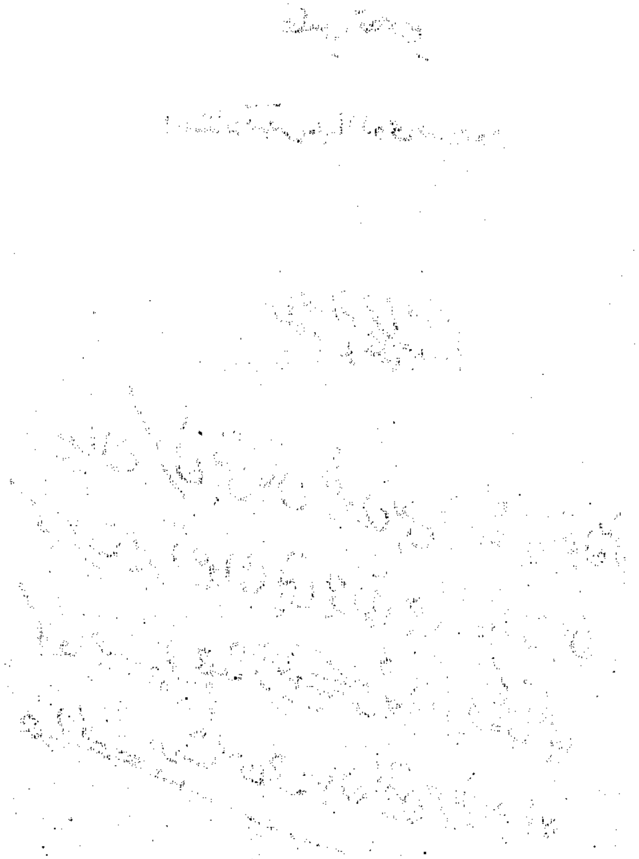

جناب استاد قمر جلالوی مرحوم

استاد سید محمد حسین قمر جلالوی مرحوم کے جملہ کلام کے حقوق طباعت و اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں

استاد کے پورے کلام مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کی اشاعت کسی دوسرے فرد۔ ادارہ یا جماعت کیلئے غیر قانونی ہوگی

قیمت :- ۳۰/- روپے

طبع اوّل ۔ ۱۹۷۴ء

طبع دوم ۱۹۷۸ء

ناشران

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

ایم۔ اے۔ جناح روڈ۔ کراچی۔ فون ۲۱۷۰۲۱ / ۲۱۷۰۹۲

مطبوعہ:- شیخ شوکت علی پرنٹرز۔ پاکستان چوک کراچی

عکسِ تحریر

استاد قیصرؔ جلالوی مرحوم

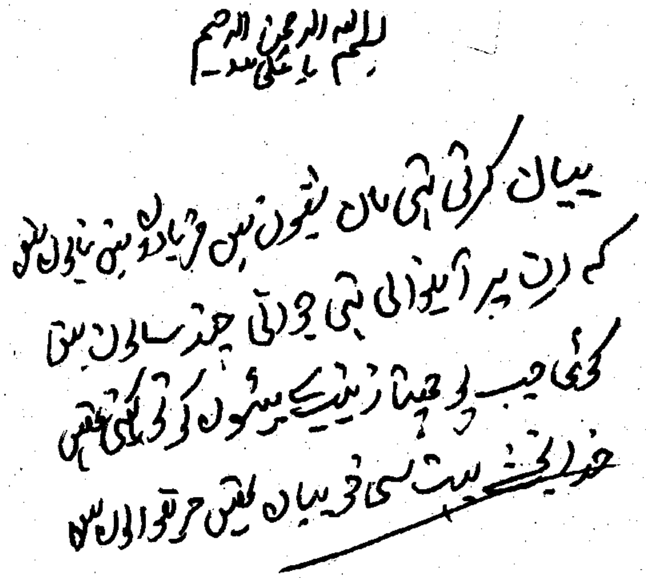
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا علی مدد

بیان کرتی تھی ماں بیٹوں میں زیادہ بہن بھائیوں کو
کہ رن پر آنے والی تھی جو آفت چند سالوں میں
کوئی جب پوچھتا زینبؑ سے بیٹوں کو کہ کیا تھیں
خود کہتی بہت سی تھی بیان [illegible]

انتساب

بنام

حضرت علامہ رشید ترابی اعلی اللہ مقامہٗ

ترتیب

نذرِ آلِ رسولؐ	ناشران	۹
گذارش	انصار حسین واسطی	۱۱
ایک جسارت	مجاہد لکھنوی	۱۳
تعارف	ڈاکٹر یاور عباس	۱۵
شاعری معراجِ بشریت ہے	علامہ سید نصیر الاجتہادی	۱۷
رباعیات و قطعات	اُستاد قمر جلالوی	۲۱
سلام نمبر ۱	بصد خلوص و عقیدت سلام کہتی ہے	۳۹
〃 〃 ۲	بیٹھا ہے مشکلات کے رستے پہ ہار کے	۴۰
〃 〃 ۳	جو چاہتے تھے وہ کوثر پہ انتظام بھی ہے	۴۲
〃 〃 ۴	رُک گئے ہیں دیکھ کر دریا کو لہراتے ہوئے	۴۴
〃 〃 ۵	غریب و بیکس و مظلوم و تشنہ کام سلام	۴۵
〃 〃 ۶	چودہ میخانوں میں جب بھی کہیں جام آتا ہے	۴۶
〃 〃 ۷	نہ کہیں پہ تیرا دل ہے نہ کہیں ترا جگر ہے	۴۷
〃 〃 ۸	غل اہلِ مدینہ میں ہے بپا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں	۴۹

سلام نمبر ۹	تیغ کے قربان صدقے بازوئے شبیرؑ کے	۵۰
" " ۱۰	اہلِ کوفہ نے دغا مسلمؑ سے بے تقصیر کی	۵۱
" " ۱۱	روئے فرزندِ پیمبرؐ کی زیارت ہوگئی	۵۲
" " ۱۲	تم نے کیا پیدائشِ حیدرؑ سے بھی جانا نہیں	۵۳
" " ۱۳	اشکِ غم چھوٹے بڑے اے چشم نم ہوتے نہیں	۵۴
" " ۱۴	نجف تا سامرہ گو چودہ میخانے نکل آئے	۵۵
" " ۱۵	مرتضٰیؑ کو خانہ زادِ ربِّ اکبر دیکھ کر	۵۶
" " ۱۶	بے کسی حادثۂ گردنِ بشیر میں ہے	۵۷
" " ۱۷	عرب کے لوگ صورت دیکھ کر کہتے تھے اکبرؑ کی	۵۸
" " ۱۸	منتظمِ کعبہ کا آپہونچا صفائی کے لئے	۵۹
مرثیہ نمبر ۱	جب فتح ملکِ شب کو کیا آفتاب نے	۶۱
" " ۲	آمد ہے ابنِ حیدرؑ گردوں وقار کی	۸۹
" " ۳	خدا پسر دے تو دے بنتِ مرتضٰیؑ کی طرح	۱۱۹
" " ۴	جب دشتِ کربلا میں اذانِ سحر ہوئی	۱۴۵
" " ۵	قیامِ گلشنِ عالم کا اعتبار نہیں	۱۷۵
" " ۶	حسنؑ کا گلشنِ عالم میں جب ظہور ہوا	۲۱۹
" " ۷	جب ہم شبیہِ خاتمِ مرسلؐ جواں ہوا	۲۵۱
" " ۸	روشن ہوا جو بامِ فلک پر چراغِ شب	۲۸۳
" " ۹	خواب میں حضرتِ زہراؑ کو جو حُر نے دیکھا	۳۰۳
" " ۱۰	مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی	۳۲۵
مثنوی	تاریخ امام باڑہ جلالی	۳۵۷

نذرِ آلِ رسولؐ

شکر الحمد للہ کہ رب العزت نے ہم کو اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ کہ آج ہم آپ کی خدمت میں "غمِ جاوداں" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت علّامہ رشید ترابی مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے جن کی نگاہِ دور رس نے ہم کو اُستاد قمر کے کلام کی اشاعت کے لئے منتخب کیا اور ہم دونوں بھائیوں نے ارشادِ علّامہ کے سامنے سر جھکا دیا۔

افسوس کہ علّامہ مرحوم کی زندگی میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکی اور وہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئے۔ کل تک جس کی زبان ذکرِ آلِ رسولؐ میں رطب اللسان تھی وہ ہستی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہوگئی اور علّامہ کے لاکھوں کروڑوں مداح آج اُن کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ لاکھوں عقیدت مندانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کی نگاہیں خالق دینا ہال اور محفلِ شاہِ خراسان کی مجلسوں میں اُس عاشقِ امامِ عالی مقام کو تلاش کر رہی ہیں اور لاتعداد افراد کے کان اُس درد انگیز اور پُرسوز آواز کو سُننے کے منتظر ہیں جو درد بن کر دل کی دھڑکنوں میں شامل ہو جاتی تھی۔

ہماری والدہ محترمہ بلقیس اقبال مرحومہ کو اہلبیت علیہم السلام سے والہانہ عقیدت تھی۔ اُن کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دینی و مذہبی کتب کی اشاعت کا موقع عطا فرمائے، الحمد للہ کہ ہم نے شہدائے کربلا کی عاشق والدہ مرحومہ اور والد شیخ شوکت علی مرحوم کی اس آرزو کو آج اُستاد قمر جلالوی کے مرثیوں کے مجموعہ

"غمِ جاوداں" کو پیش کر کے پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا۔

اُستاد قمر جلالوی مرحوم کی شاعری بقول علامہ سید نصیر الاجتہادی "مرگِ پسر پر کس طرح صبر ہوتا ہے" اور "محرابِ خنجر کے نیچے کس طرح شکر ہوتا ہے" کی تفسیر ہے اُمید ہے کہ شیدایانِ آلِ محمدؐ کے لئے یہ نذرانہ مشعلِ راہ ہوگا اور اُستاد قمر جلالوی مرحوم کے لئے پروانۂ نجات۔

شیخ امجد علی و شیخ ارشد علی

گذارش

اُستاد قمر جلالوی اپنے ہمعصر شعراء میں اُستاد کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ نے بہت کمسنی میں اشعار کہنے کی ابتدا کی اور یکتائے روزگار ہو کر ممتاز مقام پر فائز ہوئے۔ آپ کو اپنے سے معتبر شعراء کی اُستادی کا شرف حاصل تھا۔ آپ جتنے بڑے شاعر تھے اُتنے ہی بے نیاز و قلندر منش۔ جو کچھ کہا اپنے مداحوں کو دیدیا یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے کلام پر کبھی نظرِ ثانی نہ کر سکے اور نہ آپ کی حیات میں آپ کا کوئی مجموعہ شائع ہو سکا۔

ممکن تھا کہ اُستاد قمر کے انتقال کے بعد بھی آپ کا کلام موجودہ کتابی شکل میں شائع نہ ہوتا اگر اُن کی صاحبزادی محترمہ کنیز فاطمہ، علامہ رشید ترابی مرحوم کی تجویز پر یہ کلام شیخ شوکت علی اینڈ سنز کو مرحمت نہ فرما دیتیں جو قطع نظر مالی منفعت کے محض ایک دینی و مذہبی خدمت کے پیشِ نظر فوراً اس کارِ خیر کے لئے آمادہ ہو گئے اور اسی نظریہ کے تحت اشاعت کے لئے پہلے اُستاد مرحوم کے کلام کے اُس حصّہ کا انتخاب فرمایا جو مراثی، سلام اور رباعیات پر مشتمل ہے۔

میں اس سلسلہ میں ادارۂ مذکور کی جانب سے جناب اعجاز رحمانی، جناب مجاہد لکھنوی اور مشہور سوزخواں حضرات جناب آفتاب علی کاظمی، جناب اختر وصی علی اور جناب سلطان عباس صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اِن حضرات نے کلام کی فراہمی میں مدد فرمائی۔ نیز خصوصی طور پر فخر المتکلمین علامہ سید نصیر اجتہادی صاحب قبلہ

اور جناب ڈاکٹر یاور عباس صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے اپنی تقریظ و تبصرے "غمِ جاوداں" کو زینت دی۔

اُستاد قمر جلالوی مرحوم کے کلام کی اشاعت کے سلسلہ میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، جناب اسلم فرخی، ڈاکٹر ممتاز حسن اور جناب ماہر القادری کے اسمائے گرامی بھی قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں سے سرفراز فرمایا۔ اور میں اُستاد کے چند شاگردوں جناب فضا جلالوی، جناب عطاء اللہ تخار، اور جناب محشر علیم کا اور اُن تمام حضرات کا شکر گذار ہوں جن حضرات نے کسی بھی نہج پر اس کلام کی اشاعت میں معاونت فرمائی۔

استاد کے تمام مداحوں اور قدردانوں سے گذارش ہے کہ اگر اُن کے پاس اُستاد مرحوم کا مزید کچھ کلام محفوظ ہو جو زیرِ نظر مجموعے میں شامل نہیں تو براہِ کرم مرحمت فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔

انصار حسین واسطی

ایک جسارت

مرثیہ نمبر ۳ درحال جناب عونؑ و محمدؑ کے آخری بند نمبر ۴۶ اور ۴۷ میں اُستاد مرحوم کے قلم سے صرف دونوں بیت لکھی ہوئی ملیں، ابتدائی چاروں مصرعے تحریر نہ تھے۔ مرثیہ کی تکمیل کی خاطر متذکرہ دونوں بندوں کے ایک تا چار مصرعے راقم الحروف نے اضافہ کئے ہیں جو یقیناً ایک پیوند کی حیثیت رکھتے ہیں وہ حضرات معاف فرمائیں جن کے پاس اصل بند مکمل موجود ہیں۔ اور براہِ کرم مرحمت فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُنھیں شامل کرلیا جائے۔

مجاھد لکھنوی

تعارف

یہ تو جناب انصار حسین واسطی صاحب ہی جانیں کہ انھوں نے کیوں حضرت قمر جلالوی مرحوم کے سلسلہ میں کچھ لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی جبکہ قمر صاحب سے میری جدّی وابستگی کا ان کو علم بھی نہ تھا۔ اور اگر بحیثیت ایک اچھے سامع کے اس بھرے پُرے شہر میں انہیں میں ہی یاد آیا تو اس قدردانی کا شکریہ۔ اگر شاعر سمجھ کر ایک شاعر کی بابت کچھ لکھوانے کا خیال آیا ہے تو ان روائتی باتوں کا میں قائل نہیں اور مجھے اتنی شاعری کرنی آتی بھی نہیں ہے۔ قمر جلالوی صاحب مرحوم کے والد صاحب سے میرے دادا صاحب کا میل جول اس زمانہ کا تھا جب قمر اور میرے والد صاحب مرحوم بہت چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو ساتھ کھیلے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دادا صاحب کی تعیناتی بحیثیت انجینیر کے علی گڑھ میں تھی اور غالباً کسی نہر کی کُھدائی کا سلسلہ تھا چنانچہ چند سال ایک سادات کی بستی میں قیام رہا جو علی گڑھ کے ضلع میں واقع ہے اور قصبہ جلالی کے نام سے موسوم ہے۔ قمر صاحب کے والد صاحب ایک اچھی خاصی حیثیت کے زمیندار تھے لیکن اخراجات اپنے سے بڑی حیثیت کے زمینداروں جیسے تھے۔ یہی ہے عنوانِ داستانِ عُسرت قمر جلالوی اور قمر صاحب کا ایک شعر تفصیلات پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے ؎

بنائے دے رہی ہیں اجنبی ناداریاں مجھکو
تری محفل میں ورنہ جانے پہچانے بہت سے ہیں

قمر پیدائشی شاعر تھے۔ اکتسابی جزو کم تھا۔ بڑا بانکا شعر کہتے تھے۔ شعریت اُن کے کلام میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی الگ رنگ تھا۔ بہت پُرانی شاعری تھی مگر بڑی مزہ دار، کراچی کے شاعروں کی جان تھے۔ آدمیت کے اعتبار سے ملنسار، خلیق، وضعدار، ناداری میں خوددار، آسائش میں حیادار، ایک محفل تھے ایک معاشرہ تھے۔ بزرگوں میں چھوٹے بننے کو تیار نہ تھے اور چھوٹوں میں بزرگ بننے کی خواہش سے بہت دور۔ نہ کسی کو رنجیدہ کیا نہ کسی سے کبیدہ خاطر ہوئے کس کس نے اصلاح لی اس کی فہرست طویل ہے اور "اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں"

کراچی میں بالاعلان اُن کے تلامذہ میں دو نام قابل ذکر ہیں۔ ایک فضا جلالوی اور دوسرے اعجاز رحمانی، دونوں خوب کہتے ہیں۔ لفظ "اُستاد" قمر صاحب کے نام کا جزو ہو کر رہ گیا تھا۔

مرثیہ ایک مشکل صنف ہے۔ قمر صاحب اس میں بھی اپنا مقام رکھتے تھے پُرانے رنگ کا مرثیہ کہتے تھے مگر اس میں نئی بات بھی پیدا کر دکھاتے تھے صبح کے منظر میں مصرع کہتے ہیں "کرنوں کے جال ڈال دیئے آفتاب نے" یا گرمی کا نقشہ کھینچتے کھینچتے یہاں تک آتے ہیں۔

مصرع "تارے تمام رات نہائے فرات میں"

میرا دعویٰ ہے کہ صرف اچھا شاعر ہی اچھا مرثیہ کہہ سکتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہم قمر کو غزل گو قمر سے پیچھے نہیں پاتے

ڈاکٹر یاور عباس

شاعری معراجِ بشریّت ہے

مجتہد العصر علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی مدظلہ العالی

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَىٰ رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ

نشرِ فضائل و مصائب اہلبیت علیہم السلام درحقیقت مکارمِ اخلاق کا بیان اور اقدارِ انسانیت کا اعلان ہے جو جامعہ بشری کو خیر و صلاح، رُشد و ہدایت کی طرف لے جاتا ہے اور میرے خیال میں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

شعور کی آنکھ شاعری کی آغوش میں کُھلی ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جب عہدِ قدیم میں فلسفہ و دانش کے قفلِ ابجد غیر مفتوح تھے تو شاعری کے قفل کُھلے ہوئے تھے اور انسانی احساسات و جذبات شعر کی زبان اختیار کر رہے تھے

ہم جب ماضی کی سمتِ بعید کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑوں کے طویل سلسلے، صحراؤں کی حدود فراموش وسعتیں، غاروں کی پُراسرار تنہائیوں میں انسانوں کی رفاقت اور دوستی کا حق ان اشعار نے ادا کیا جو جذبات اور طوفانِ تخیل میں سفینہ کی طرح اُبھرے اور موجوں کی طرح پھیل گئے۔

شاعری تو ایک آئینہ ہے جس میں انسانی افکار و احساسات کی تصویر نظر

آتی ہے۔ جیسی شکل ہوگی ویسی تصویر ہوگی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کا فکری وزن اور اُس کے انتخاب کی قیمت تعین نہیں کی جاتی اور یہیں اس کی شخصیت کا تعین ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ اور معاشرے کو کیا دے رہا ہے؟ اور اُن سے انسان کی "منزلِ اولین متصل" کے احساسات و جذبات کی ترجمانی کی تو اُس پر بلاشبہ "حیوانِ برتر" کا عنوان مناسب رہے گا۔

زُلفوں کی شام، رُخسار کی سحر، آنکھوں کے میکدے، رفتار کی گُل ریزی، چال کا جادو، بال کی خوشبو، شاعری کا سنگھار رہے ہیں۔ لیکن اس نقشہ کشی اور محاکات میں کوئی درسِ وافادیت مضمر نہیں۔ یہ اپنے جذباتِ ناآسودہ اور تمناہائے نارسیدہ، آرزوہائے گریبان دریدہ کی ایک چیخ ہے جو شاعری بن گئی ہے۔

شاعری درحقیقت وہی ہے جس میں احساسات کی ترجمانی کی گئی ہو جو اخلاقی اقدار کی تشکیل اور انسانیت کی تکمیل کرتی ہو۔ یہی وہ شاعری ہے جو نوعِ بشری کے لئے پیمبری ہے اور زندگی میں آگہی کی تابندگی ہے

زیرِ نظر مجموعہ "غمِ جاوداں" میں اسی قسم کی شعری معراج کو پیش کیا گیا ہے جو انسانیت کو سدرہ نشین اور عبدیت کو منزل قاب قوسین دکھاتی ہے۔

ذکرِ فضائل و مصائب درحقیقت انسانوں کو آدمیت کی اس منزلِ برتر کی نشان دہی کرتا ہے۔ جہاں انسان کو پہونچنا ہے۔ اس حقیقت کی نشاندہی سب سے بڑی خدمتِ انسانیت ہے۔

یہ درد و غم، آہ و فغاں، اشک و نالہ ہی کی داستان نہیں بلکہ فتوت، مروّت، مردانگی، پائندگی، شرافت، شہامت، بلندی و فتحمندی کی داستان ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح باطل کی یلغار میں حق کی پیکار ہوتی ہے، طوفان تشنہ لبی میں کس طرح جوشِ حق طلبی ہوتا ہے۔ اہل و عیال کی کمزوری کس طرح حق کے لئے

شہزوری کا سبب بنتی ہے۔ مرگِ پسر پر کس طرح صبر ہوتا ہے۔ محرابِ خنجر کے نیچے کس طرح شکر ادا ہوتا ہے۔ زندگی بندگی سے کس طرح عبادت ہوتی ہے۔ موت حیات سے کس طرح بدلتی ہے اور حیات نجات میں کس طرح ڈھلتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کربلا میں دکھائی گئی ہے۔ اور اُس کی تصویر اس مجموعہ میں آپ کے سامنے ہے۔

استاد الشعرا قمر جلالوی مرحوم نے جو قابلِ رشک مقام شاعری میں حاصل کیا وہ ہر سخن سنج و سخن فہم پر آشکار و واضح ہے۔ محاسنِ شعری پوری تفصیل و تکمیل کے ساتھ قمر جلالوی کی شاعری میں پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔

سہلِ ممتنع کا تصور جس طرح قمر کی شاعری میں حقیقت بنا ہے اُس کی مثال دوسری جگہ نظر آنا مشکل ہے۔ ان کی شاعری میں الفاظ کی سلاست، فکر کی گہرائی، حسین بندشیں اور تراکیب، تسلسل اور اُس کا ارتقا، جذبات کے زیر و بم کے ساتھ الفاظ کا پیچ و خم، مناظر میں جذب ہو کر جلوہ کشی، واردات قلبی کی عکاسی شرف انسانیت کے خطِ مستقیم پر متمکن ہو کر شعریت کو مدرسہ کی عبوست سے بچا کر لطافت و حسن ادا کی وادی گلفروش کی طرف لے جانے کی سعیِ مشکور، شاعری میں شعریت، عقیدت میں حقیقت، الفاظ کے جمال میں حسنِ استدلال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نطق حکمت کی وادی میں بہہ رہا ہے اور شاعری ساحری کے پُراسرار جزیروں پر اپنے لافانی شعریت کی تقدیس کا لباس پہنا رہی ہے۔

نوحے، سلام، مراثی، عہدِ قدیم سے شاعروں نے اس پر اپنے نطق و فکر کے دریا بہا دیئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر شاعر نے اس کا حق ادا کیا ہے لیکن قمر جلالوی اِن منزلوں میں پوری انفرادیت و تخصص کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں اور اپنے اسلوبِ خاص و طرزِ منفرد کو ہر جگہ برقرار رکھا ہے۔

آلِ محمد علیہم السّلام کی بارگاہ میں نذرانہ ہائے عقیدت کی تعداد لامتناہی ہے مگر یہ نذرانہ ہمارے لئے مشعلِ راہ اور اُن کے لئے نجات کا پروانہ ہے۔ اللہ اُن کی روحِ مقدس پر رحمت کی شبنم افشانی کرے۔ بہت سے حضرات نے رفاقت کے پردے میں اُن کے شعری حُسن و جمال و اصلاح سے اپنے ایوانِ شاعری میں دلآویز طغرا کشی کی ہے مگر اربابِ نظر جانتے ہیں کہ اس سوادِ شعر کے پیچھے قمر کی روشنی ہے۔

وہ زندگی میں قمر تھے اور اب چاندنی جو ساری کائناتِ شاعری میں خوشبو کی طرح پھیل رہی ہے حقیقت کے ہاتھ میں عقیدت کے پھول ہیں اور نذرِ آلِ رسول ہیں۔ عنداللہ قبول اور عندالنّاس مقبول ہیں۔

رُباعیات
و
قطعات

نہ ہوں گے بھائی بھی عباسؑ ذی حشم کی طرح
منایا جاتا ہے غم جن کا شہؑ کے غم کی طرح
نہ چھوڑی تا دمِ آخر اطاعتِ شبیرؑ
بلند کر گئے نامِ وفا علم کی طرح

علیؑ کے لال تھے شاہِ انام ہو جاتے
شریکِ آلِ نبیؐ لاکلام ہو جاتے
وقارِ حضرتِ عباسؑ کم نہیں تھا قمرؔ
پلائیں دودھ جو زہراؑ امام ہو جاتے

بیاں کرتی تھیں ماں شیون میں فریادوں میں نالوں میں
کہ اِن پہ آنے والی تھی جوانی چند سالوں میں
کوئی جب پوچھتا زینبؑ سے بیٹوں کو تو کہتی تھیں
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والوں میں

ہر قرضِ شباب جبکہ چُک جاتا ہے
چلتا ہے ذرا بشر تو رُک جاتا ہے
اللہ رے یہ آمدِ پیری کا وقار
انسان ادب کے لئے جھک جاتا ہے

خدا نے بھیج دی بعدِ نبیؐ حسینؑ کے گھر
رکھی تھی اپنے لئے جو شبیہِ پیغمبرؐ
گئے رسولؐ اُدھر اکبرؑ اس طرف آئے
غمِ فراق کا شکوہ رہا اِدھر نہ اُدھر

مجلسِ شہ میں جو ہیں مغموم مغموموں کے ساتھ
روزِ محشر حشر اُن کا ہوگا مظلوموں کے ساتھ
لکھ رہی ہیں نام گِن گِن کر ہر اک کے فاطمہؑ
کتنے مومن رو رہے ہیں چودہ معصوموںؑ کے ساتھ

میں نے اک خواب میں ایسے بھی شرف پائے ہیں
مجھ کو مجلس کے لئے لوگ بُلا لائے ہیں
اے قمرؔ مجھ سے یہ فرماتے ہیں چودہ معصومؑ
ہم ترا مرثیہ سننے کے لئے آئے ہیں

میرے لئے تکلیف وہ فرماتے ہیں
آ آ کے مجھے خواب میں سمجھاتے ہیں
تم مرثیہ پڑھنے کو جہاں جاتے ہو
ہم مرثیہ سُننے کو وہاں جاتے ہیں

تنہا پسر کی لاش پہ ہیں شاہِ بحر و بر
سر پر ہے دھوپ پیاس سے لب خشک آنکھ تر
حیرت میں ہیں ملائکہ صبرِ حسینؑ پر
طاعت گذار ایسا نہ ہوگا کوئی قمرؔ

دنیا نکالتی رہی پہلو نزاع کے
قائل ازل سے ہم نہیں اِس اتباع کے
شانِ نبیؐ کو آلِ نبیؐ نے کیا بلند
روشن نہ آفتاب ہوا بے شعاع کے

شرف یہ صرف محبوبِ خدا ہی کو میسر ہے
کہ اس گھر میں ہر اک چھوٹا بڑا رہبر ہی رہبر ہے
پیمبر سے جدا آلِ پیمبر ہو تو کیونکر ہو
گلِ تر سے ہے خوشبو اور خوشبو سے گلِ تر ہے

میزباں سے میہماں کی بات کا آغاز ہے
کہہ رہے ہیں مصطفیٰؐ یہ گفتگو کیا راز ہے
بولنا ہے خود تجھے تو اپنے ہی لہجہ میں بول
یہ تو یارب میری پہچانی ہوئی آواز ہے

واقفِ جذبِ محبت شاید اب تک تو نہیں
ذکرِ شہ سُن کر تری آنکھوں میں گر آنسو نہیں
فائدہ کیا مصطفیٰؐ کو مان کر بے آلؑ کے
پھول رکھنے سے نتیجہ کیا اگر خوشبو نہیں

نبیؐ کس شان سے نجران میں اللہ اکبر ہیں،
علیؑ ہیں فاطمہؑ ہیں ساتھ میں شبیرؑ و شبرؑ ہیں
نصاریٰ کہہ رہے ہیں دیکھ کر ایک اک کو آپس میں
یہ کیسا کارواں ہے جس میں سب رہبر ہی رہبر ہیں

اپنی امت کی محبت کتنی دامن گیر ہے
یہ رسولِ آخری کی آخری تقریر ہے
کہہ دیا پیشِ کتابِ حق دکھا کر آلؑ کو
دیکھو یہ قرآن ہے یہ قرآن کی تفسیر ہے

ہمیشہ باب شہرِ علم جس کو مصطفیٰؐ سمجھے
زمانہ مشکلوں میں نام لے مشکل کشا سمجھے
پھر اس پر بھی علیؑ سے دشمنی یہ کیا قیامت ہے
علیؑ کو اب بھی جو سمجھے نہیں اُن کو خدا سمجھے

انجام کیا چھپے گا جب آغاز کھُل گیا
لشکر میں کون کتنا ہے جانباز کھُل گیا
دہ دن گئی تھی فوجِ مسلماں علیؑ سے قبل
خیبر کا در تو کھُل نہ سکا راز کھُل گیا

حسنؑ یہ کہتے تھے کریں جفا جفا والے
خدا کا راز بتاتے نہیں خدا والے
سوال مجھ سے جو کرتے ہو صلح کیوں کر لی
جواب اِس کا تمہیں دیں گے کربلا والے

نہ جانے دینِ نبیؐ کا نظام کیا ہوتا
ملوکیت سے بھلا اہتمام کیا ہوتا
حسنؑ حسینؑ نہ ہوتے اگر زمانے میں
نبیؐ تو خیر خدا کا بھی نام کیا ہوتا

خدا والوں کے دل میں جوشِ ایمانی بھی ہوتا ہے
اِنھیں پاسِ وفا تا حدِّ امکانی بھی ہوتا ہے
لہو سے لکھ گئے یہ لڑ کے پیاسے کربلا والے
جہادِ فی سبیل اللہ بے پانی بھی ہوتا ہے

بِلا ثبوت شہِ مشرقین بن جاتے
نہ تھے مگر دلِ زہراؑ کا چین بن جاتے
نہ ہوتی شرط جو سجدے میں سر کٹانے کی
خدا گواہ ہے لاکھوں حسینؑ بن جاتے

ہو جو سودائے تکبّر اہلِ زر کے سر میں ہے
میں فقیرِ کربلا شاہی مری ٹھوکر میں ہے
مدح خواں اُن کا ہوں کہلاتے ہیں جو سردارِ خُلد
فکرِ جنت کیوں کروں جنّت تو میرے گھر میں ہے

انھیں کب اختیارِ خشک و تر حاصل نہیں ہوتے
مگر صبر و رضا والے اِدھر مائل نہیں ہوتے
اثر ہے نہر پر شبیرؑ کی تشنہ دہانی کا
کہ پانی تا بہ لب ہے تر لبِ ساحل نہیں ہوتے

ایسا میخانہ نظر اب نہیں آتا ساقی
نشہ تیرہ سو برس کا نہیں جاتا ساقی
کربلا والوں کی تقدیر میں خالص تھی شراب
پانی ملتا ہی کہاں تھا جو ملاتا ساقی

حسینؑ دین کو بخشی ہے زندگی تو نے
کہ سر کٹا لیا بیعت مگر نہ کی تو نے
روا روی میں وہ سجدہ کیا دمِ آخر
نماز جاتی تھی دنیا سے روک لی تو نے

صدا مدینے میں کچھ دن سے روز آتی ہے
چلو حسینؑ تمہیں کربلا بُلاتی ہے
حسینؑ غش میں ہیں پھر بھی ہے یہ حسینؑ کا ڈر
جو فوج دیکھنے آتی ہے بھاگ جاتی ہے

یہ افتخار ہیں مریم کا فخرِ حوّا ہیں
وفا میں فرد ہیں صبر و رضا میں یکتا ہیں
نبیؐ کے گھر میں نہ زینبؑ سا ہو سکا کوئی
بس انتہا ہے کہ زہرؑا کے بعد زہرؑا ہیں

دربار میں قیدی جو ستم کھول رہے ہیں
تلواروں کو غصّے میں عدو تول رہے ہیں
مصروف ہیں خطبے میں کچھ اس شان سے زینبؑ
معلوم یہ ہوتا ہے علیؑ بول رہے ہیں

تشہیر وارداتِ خونِ امام کردی
کرب و بلا سے لیکر تا ملکِ شام کردی
زینب ہی تھی کہ جس نے نرغے میں ظالموں کے
روداد کربلا کی مشہورِ عام کردی

زینبؑ ذی حشم سا ہے کون میانِ مشرقین
نورِ نگاہِ فاطمہؑ لختِ دل شہِ حنین
بعدِ علیؑ و فاطمہؑ سب کی رہیں یہ خیر خواہ
گھر میں حسنؑ کی غمگسار، رن میں شریکۃ الحسینؑ

نگاہِ خلق میں عالی مقام ہو جاتے
شریکِ آلِ رسولؐ انام ہو جاتے
وقارِ حضرتِ عباس کم نہیں تھا قمرؔ
پلاتیں دودھ جو زہراؑ امام ہو جاتے

محافظِ شہِ گردوں مقام بن کے رہے
پہونچ کے نہر پہ بھی تشنہ کام بن کے رہے
جلالِ حضرتِ عباسؑ تھا خدا کی پناہ
مگر حسینؑ کے دل سے غلام بن کے رہے

اِدھر ہے ماں کی تمنا جوان ہونے کی
اُدھر ہے منتظر اٹھارویں برس کی اجل
نمازِ حق کی اذاں دے گیا شبیہِ رسولؐ
حسینیت کا موذن شبابِ علم و عمل

سب پھر گئے بیعت سے علم تیغِ جفا کی
حیرت تو ہے اس بات پہ قسمیں تھیں وفا کی
ایسی کوئی ملتی نہیں تاریخِ زمانہ
ان کوفیوں نے جیسی کہ مسلمؑ سے دغا کی

کتنی مہیب سازش دورِ یزید ہے
ڈوبی ہوئی فریب میں گفت و شنید ہے
مسلمؑ کے بعد جنگ چھڑے گی حسینؑ سے
تمہیدِ کربلا کا یہ پہلا شہید ہے

قتل ہو آلِ نبیؐ منشائے ہر حاکم تھا ایک
اِس طرف دینِ پیمبرؐ کا فقط ناظم تھا ایک
آج تک تاریخ میں کوفہ کی ملتا ہے رقم
نام کے تو سب مسلماں تھے مگر مُسلم تھا ایک

رہِ صبر و رضا کی ہیں وہی حد بندیاں ابتک
نہ گذرا کربلا کے بعد کوئی کارواں ابتک
کہیں ہوتی ہے جب شادی تو ایسے کان بجتے ہیں
کہ جیسے رو رہی ہیں حضرتِ قاسمؑ کی ماں ابتک

شمر سے سنئے اگر شہ کی کہانی چاہیے
قصۂ مظلوم ظالم کی زبانی چاہیے
اس قدر سوکھا گلا شبیرؑ کا تھا اے قمرؔ
خنجرِ قاتل پکار اُٹھا کہ پانی چاہیے

سلام

سلام

بصدِ خلوص و عقیدت سلام کہتی ہے
حسینؑ تم کو محبت سلام کہتی ہے

پلٹ کے روئے تھے تم جس سے کربلا کیلئے
وہی رسولؐ کی تُربت سلام کہتی ہے

نواسے ختمِ رُسل فخرِ انبیاؑ کے ہو تم
ہر اک نبیؑ کی نبوت سلام کہتی ہے

دمِ جہاد جو تھی بھوک پیاس کی شدت
وہ بھوک پیاس کی شدت سلام کہتی ہے

جو زیرِ خنجرِ شمر آپ نے ادا کی تھی
وہ کربلا کی عبادت سلام کہتی ہے

جو تو نہ ہوتا تو اُمت تمام پھر جاتی
نبیؐ کو تیری بدولت سلام کہتی ہے

جب آتا ہے کسی بزمِ عزا میں نامِ حسینؑ
خدا کی آخری حجت سلام کہتی ہے

حرم لُٹے ہوئے بیٹھے تھے جس اندھیرے میں
قمر وہی شبِ ظلمت سلام کہتی ہے

سلام

بیٹھا ہے مشکلات کے رستے پہ ہار کے
اُو بد نصیب دیکھ علیؑ کو پکار کے

ہم سے قدم چھڑا دے شہِ ذی وقار کے
دنیا اسی میں مرگئی سر مار مار کے

ہیں بسترِ رسولؐ پہ حیدرؑ یہ کب کھلا
انگڑائی جبکہ لی شبِ ہجرت گذار کے

یہ معجزہ ہے عرش پہ آئے گئے رسولؐ
نقشِ قدم مگر نہ ملے رہگذار کے

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

خیبر کا در ہوا تھا یہ اک اک سے کہہ کے بند
تم سے بہت سے مر گئے سر مار مار کے

خیبر کے در نے کھل کے اشارہ یہ کر دیا
مظہر یہی ہیں قوتِ پروردگار کے

تاریخ خونِ شاہ چھپائیں تو کس طرح
یہ نقش رکھ گئی ہے جو زینب اُبھار کے

لیلیٰ کے دل کو دیکھ رہے ہیں شہِ زمن
اکبرؑ کو رن میں بھیجا ہے گیسو سنوار کے

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اکبرؑ تمہارا باغِ جوانی اُجڑ گیا
لیلیٰ نے چار دن بھی نہ دیکھے بہار کے

روباہ جنگِ عون و محمد پہ کہتے تھے
یہ شیر جانے چھوٹ گئے کس کچھار کے

تاریکیاں یہ شامِ غریباں کی اے قمر
تارے بھی چھپ گئے فلکِ کج مدار کے

جانے سوال کیا ہوئے تربت میں اے قمر
چُپ ہو گئے تھے ہم تو علیؑ کو پکار کے

۳ سلام

جو چاہتے تھے وہ کوثر پہ انتظام بھی ہے
نجف کا شیشہ بھی ہے کربلا کا جام بھی ہے

درود بھی ہے مناسب اُسے سلام بھی ہے
کہ جو نبیؐ کا نواسہ بھی ہے امام بھی ہے

سحر بھی تجھ سے ہے روشن حسینؑ شام بھی ہے
کہ آفتاب بھی ہے تو مہِ تمام بھی ہے

ہماری حرص تو کرتے ہیں سب پئے محشر
ہماری طرح کسی کا کوئی امام بھی ہے

یہ کہہ کے چل دیئے رضواں سے ہم سوئے کوثر
علیؑ کے بادہ کشوں میں ہمارا نام بھی ہے

یہ فکر تھی نہ تھے جب دوشِ مصطفٰےؐ پہ حسینؑ
بلند عرش سے یارب کوئی مقام بھی ہے

بہک نہ جاتے نصیری تو اور کیا کرتے
علیؑ کتابِ خدا میں خدا کا نام بھی ہے

وطن سے لائے ہیں یہ کہہ کے شاہ زینبؑ کو
چلو کہ بعد ہمارے تمہارا کام بھی ہے

خدا کے فضل سے شبیرؑ ہیں بقیدِ حیات
بہن کے واسطے پردے کا انتظام بھی ہے

وطن سے دور اسی بنتِ فاطمہؑ کے لئے
جہاں حسینؑ سے چھوٹے گی وہ مقام بھی ہے

کہا حسینؑ سے اکبر نے صبحِ عاشورہ
تری اذاں میں شہادت کا اک پیام بھی ہے

جواب دے کسے دیکھو شبابِ اکبرؑ کا
سوالِ شادی بھی اور موت کا پیام بھی ہے

ہمیں ہیں وجہِ قبولِ عبادتِ خالق
کہ ہر نماز میں شامل ہمارا نام بھی ہے

قمرؔ فرشتوں نے پیہم لحد میں سن کے کہا
علیؑ علیؑ کے سوا اور کوئی کام بھی ہے

یہ بزمِ ساقیِ کوثر میں ہے قمرؔ شاید
جو کہہ رہا ہے اِدھر آپ کا غلام بھی ہے۔

سلام ۴

رُک گئے ہیں دیکھ کر دریا کو لہراتے ہوئے
شیر پھرتے ہیں ترائی کی ہوا کھاتے ہوئے

مُسکرا کر نہر پر گلزارِ زہرؑا کا نہال
دیکھتا ہے اپنے غنچوں پر بہار آتے ہوئے

کس نے یہ آنکھیں جیالوں کو دکھائیں غیظ میں
موج دریا کے قدم اُٹھتے ہیں لہراتے ہوئے

سینہ تانے پھر رہے ہیں جوش میں زینبؑ کے لعل
ننھے ننھے نیزے دریا پہ چمکاتے ہوئے

ہاتھ سب کے جا رہے ہیں قبضۂ شمشیر پر
نُصرتِ فرزندِ حیدرؑ کی قسم کھاتے ہوئے

غیظ کس پر آ گیا جو پیار کر کے شاہِ دیں
لائے ہیں عباسؑ کو خیمہ میں سمجھاتے ہوئے

جانے دیکھا ہے کسے میری لحد میں اے قمرؔ
قبر میں منکر نکیر آتے ہیں گھبراتے ہوئے

سلام ۵

غریب و بیکس و مظلوم و تشنہ کام سلام
علیؑ کے چاند نبیؐ کے مہِ تمام سلام

اثر ہے یہ ترے اک کربلا کے سجدے کا
نماز ہو گئی قائم مرے امام سلام

رسول زادے ہو جبریل کے ہو شہزادے
فرشتے بھیج رہے ہیں بہ احترام سلام

تمہیں کو حق نے عطا کی ہے آسماں جاہی
کریں نہ کیوں مہ و خورشید صبح و شام سلام

ادب حسینؑ کا کرتے تھے اس طرح عباسؑ
کہ اپنے آقا کو جیسے کرے غلام سلام

اشارہ کرنا وہ ساقی کا مجھ کو کوثر پر
ادب کے ساتھ وہ میرا اُٹھا کے جام سلام

قصیدہ پڑھنے جو بیٹھا میں بزمِ ساقی میں
تو میکشوں میں اُٹھا غُل قمرؔ سلام سلام

سلام ۶

چودہ میخانوں میں جب بھی کہیں جام آتا ہے
سب سے پہلے ہمیں میخواروں کا نام آتا ہے

کربلا والے اسیروں کی ہے یہ عظمتِ صبر
قید خانے میں بھی خالق کا سلام آتا ہے

لڑ رہے ہیں سپہِ شام سے تنہا شبیرؑ
بھائی ہوتا ہے تو اِس وقت میں کام آتا ہے

شاہ کہتے تھے ترا پاسِ ادب ہے ورنہ
مجھ کو موسیٰؑ کے بھی لہجہ میں کلام آتا ہے

بسترِ ختمِ رسالتؐ نہیں رہتا خالی
جب نبوت کہیں جاتی ہے امام آتا ہے

دیکھ کر مجھ کو قمرؔ شور اُٹھے گا سرِ حشر
راستہ دو شہِ والا کا غلام آتا ہے

سلام ۷

نہ کہیں یہ تیرا دل ہے نہ کہیں ترا جگر ہے
جو ہے خاص لذتِ غم تجھے اُس کی کیا خبر ہے

تجھے درد کی خبر کیا مجھے درد کی خبر ہے
ترا اور چارہ گر ہے مرا اور چارہ گر ہے

لگے چوٹ جس کے دل پر بھلا وہ بشر نہ روئے
غمِ شاہ کے مخالف ترا فلسفہ کدھر ہے

ترا دعوٰئے محبت رہا آج تک زبانی
نہیں آنکھ میں جب آنسو تو فریب سر بسر ہے

تو شہید کا بھی قائل غمِ شہ کا بھی مخالف
میں ابھی سمجھ نہ پایا تو اِدھر ہے یا اُدھر ہے

تو حسینؑ تشنہ لب کو نہ سمجھ سکا تو سُن لے
وہ شہیدِ راہِ حق ہے جو حیات سر بسر ہے

مرے ساتھ بے کسیِ شہِ دیں پہ تو بھی روئے

نہیں موت پر یہ گریہ ترے دل میں جس کا ڈر ہے

یہ بنائے اشک کیوں ہے نہ ہو اس کی گر ضرورت

نہیں کیا خبر خدا کو کہ فضول چشمِ تر ہے

مرے غم سے تجھکو غم کیا تجھے کیوں ہے فکر میری

مرے لب ہیں میرے نالے مرا ہاتھ میرا سر ہے

غمِ پاکِ شاہِ دیں میں ہے جواز اشک باری

میں بہا رہا ہوں آنسو یہ طہارتِ نظر ہے

تجھے کیا جو دل میں غم ہے سرِ چشم اشکِ غم ہے

جو ہے اپنے گھر کا مالک وہی اپنے اپنے گھر ہے

جو سُنے گا شاہِ دیں پر سرِ کربلا جفائیں

وہ ضرور روئے گا کہ یہی خصلتِ بشر ہے

غمِ شہ کے معترض کو مجھے کیا غرض جو روکوں

جو کریگا وہ بھرے گا یہ مقولۂ قمرؔ ہے

سلام

غُل اہلِ مدینہ میں ہے بپا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

کب دیکھئے واپس لائے خدا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

ہمسایوں کے لب پر ہیں یہ سُخن، بیمار ہے تو اکبرؑ کی بہن

کیا حال ترا ہوگا صغریٰ شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

ہمجولیاں کہتی ہیں آکر رہتا ہے تجھے تپ آٹھ پہر

صغریٰ تری کیونکر ہوگی دوا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

جاتا ہے جو فرزندِ زہراؑ ہر ایک ہے محوِ آہ و بکا

جبرئیلؑ کے لب پر ہے یہ صدا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

جبریلؑ کے دل کو غم ہو نہ کیوں جھولے میں جُھلایا ہے برسوں

روتے ہیں امینِ وحیِ خدا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

صغریٰ کی جو حالت دیکھی قمرؔ رونے لگے شاہِ جنّ و بشر

یہ کہہ کے تیرا حافظ ہے خدا شبیرؑ مدینہ چھوڑتے ہیں

سلام ۹

تیغ کے قربان صدقے بازوئے شبیرؑ کے
رکھ دیئے فوجِ ستمگر کے کلیجے چیر کے

بعدِ حیدرؑ آئی تھی قبضہ میں جو شبیرؑ کے
وہ سماں باندھا کہ جوہر کھل گئے شمشیر کے

وہ تو ہوتی تھی سپاہِ شام کو موجِ نقیب
حرف ملتے ہیں کہیں لکھے ہوئے تقدیر کے

شام تک کیا کیا غبارِ راہ نے پردے کئے
سر کھلے دیکھے جو وارث چادرِ تطہیر کے

ہے خطِ صغریٰ کے ایک اک لفظ کا کالا لباس
لوگ بن بیٹھے ہیں جیسے حرفِ شب تحریر کے

شام والوں نے ردائیں چھین لیں تو کیا ہوا
چادرِ تطہیر میں ہیں چادرِ تطہیر کے

سلام ۱۰

اہلِ کوفہ نے دغا مسلمؑ سے بے تقصیر کی
خود لکھا بیعت کریں گے حضرتِ شبیرؑ کی

کس قدر یہ ظلم تھا دینِ پیمبرؐ کے خلاف
ایک بیکس پر چڑھائی لشکرِ بے پیر کی

زخم کھاتے جاتے تھے اور کرتے جاتے تھے دُعا
خیر ہو اے مالکِ کون و مکاں شبیرؑ کی

بعدِ قتلِ حضرتِ مسلمؑ ہر اک بے دین نے
جتنی ممکن تھی ہتک آمیز وہ تدبیر کی

در پہ لٹکایا سرِ مسلمؑ تماشے کے لئے
لاش کھینچی ہر گلی کوچے میں بے تقصیر کی

سلام ۱۱

روئے فرزندِ پیمبرؐ کی زیارت ہوگئی
اک نظر میں پورے قرآں کی تلاوت ہوگئی

کربلا کے واقعہ سے حق و باطل کی تمیز
نسلِ انساں کو شہِ دیں کی بدولت ہوگئی

شہ کو تقدیریں بدلنے میں کہاں لگتی ہے دیر
شب کو کیا تھی صبح کو کیا حُر کی قسمت ہوگئی

ہے نمازِ عصرِ شاہ دیں کی ناممکن نظیر
ایک سجدے میں دو عالم کی عبادت ہوگئی

بند جب عباسؑ نے دیکھی رہِ نہرِ فرات
موجِ دریا کی طرح برہم طبیعت ہوگئی

اب لڑیں گے جنگ اطمینان سے رن میں حسینؑ
دفن کردی میتِ بیشیر فرصت ہوگئی

زیرِ خنجر یوں ادا سجدہ کیا شبیرؑ نے
سُرخ رو دربارِ خالق میں عبادت ہوگئی

آئے ہیں اصغر کو لیکر بخششِ اُمت کو شاہؑ
بے زباں کے خون کی شاید ضرورت ہوگئی

خون میں ڈوبے ہوئے اصغر ہیں شہ کی گود میں
اے قمر کیا چاند سی صورت کی صورت ہوگئی

سلام ۱۲

تم نے کیا پیدائشِ حیدرؑ سے بھی جانا نہیں
اے بتوں اللہ کا گھر ہے یہ بُت خانہ نہیں

خونِ مرحب سے کُھلے کیا قصّۂ ضربِ علیؑ
یہ تو افسانے کی اک سُرخی ہے افسانہ نہیں

میکشی میں دیکھنا ساقی مِرا ظرفِ شراب
چودہؑ میخانے نہ آجائیں تو پیمانہ نہیں

حشر میں ممکن ہے یہ کہہ کر نصیری چھوٹ جائیں
ہم تو انساں ہیں فرشتوں نے بھی پہچانا نہیں

ساقیِ کوثر خدا رکھے تری دریا دِلی
اتنی مے بھر دی کہ جتنا میرا پیمانہ نہیں

جب فرشتوں نے اُٹھایا قبر میں بولے علیؑ
ہم تری بالیں پہ ہیں موجود گھبرانا نہیں

اشکِ مجلس سے ہے تر رضواں مِرا دامن تو دیکھ
اور پھر کیا ہے جو یہ جنت کا پروانہ نہیں

جس قدر پینی ہو سامرہ میں پی لو اے قمر
اب یہاں سے اور آگے کوئی میخانہ نہیں

سلام ۱۳

اشکِ غم چھوٹے بڑے اے چشمِ نم ہوتے نہیں
دانۂ تسبیح جیسے بیش و کم ہوتے نہیں

کہتے تھے عباسؑ واپس رن سے ہم ہوتے نہیں
بڑھ گئے آگے تو پھر پیچھے قدم ہوتے نہیں

بیعتِ فاسق پہ برہم ہو کے قاسمؑ نے کہا
غازیوں کے سر کٹا کرتے ہیں خم ہوتے نہیں

یا علیؑ اللہ نے تم کو بنایا تھا ولی
انبیاؑ تک ورنہ مولودِ حرم ہوتے نہیں

فوج نے جمنے کا جب وعدہ کیا بولے حسینؑ
بھاگنے والے کبھی ثابت قدم ہوتے نہیں

پردہ داری کی تو ضامن چادرِ تطہیر ہے
چادریں چھننے سے سر ننگے حرم ہوتے نہیں

دیکھ کر ارزق کو قاسمؑ سے کہا عباسؑ نے
دیکھنے کے ہیں تن و توش ان میں دم ہوتے نہیں

لاکھ چھینٹے دے رہا ہے لشکرِ اعدا کا خون
تیغ کے شعلے کسی صورت سے کم ہوتے نہیں

مرنے والے کس لئے ڈرتا ہے کہتے ہیں علیؑ
کون سے مومن کی تربت ہے جو ہم ہوتے نہیں

اوّل و آخر محمدؐ ہی محمدؐ ہیں قمر
اس گھرانے میں سوالِ بیش و کم ہوتے نہیں

سلام ۱۴

نجف تا سامرہ گو چودہ میخانے نکل آئے
مگر ساقی ہمارے جانے پہچانے نکل آئے

بہت کچھ حُر کو حُر کے ساتھیوں کو شمر نے روکا
مگر زُنّار سے تسبیح کے دانے نکل آئے

کوئی دیکھے علیؑ سے پیشتر کعبے کی تاریخیں
خدا کے ایک گھر میں کتنے بت خانے نکل آئے

بتانِ کعبہ کعبے سے نکلتے ہی نہ تھے لیکن
علیؑ کو دیکھ کر کیسے خدا جانے نکل آئے

ہجومِ زائرانِ مرقدِ شبیرؑ تو دیکھو
ہوئی جب شمع گل تو کتنے پروانے نکل آئے

قضا بولی علی اصغرؑ کو جب میدان میں دیکھا
کہ تم بھی حلق پر تیرِ ستم کھانے نکل آئے

قیامت نہر پر عباسؑ کر دیتے بپا لیکن
شہِ دیں بھائی کو خیمے سے سمجھانے نکل آئے

قمر اسلام کی تاریخ میں اس کے سوا کیا ہے
حقیقت جب ہوئی روپوش افسانے نکل آئے

سلام ۱۵

مرتضیٰ کو خانہ زادِ ربِّ اکبرؑ دیکھ کر
بیاہ دی بیٹی پیمبرؐ نے بڑا گھر دیکھ کر

جب بھی اُٹھے گا نبی کی جانشینی کا سوال
فیصلہ ہوگا شبِ ہجرت کا بستر دیکھ کر

وہ تو یوں کہئے کہ آ پہونچے مدینے سے علیؑ
ورنہ لوٹ آئے بہت سے بابِ خیبر دیکھ کر

ہوتے ہوں گے کُنجِ مرقد میں فرشتوں کے سوال
ہم سے تو کچھ بھی نہ پوچھا شکلِ حیدرؑ دیکھ کر

زوجِ زہراؑ کا پتہ معلوم تھا ورنہ قمر
عرش سے آتا ستارہ سینکڑوں گھر دیکھ کر

سلام ۱۶

بیکسی حادثۂ گردنِ بےشیر میں ہے
گذرے تیرہ سو برس خون ابھی تیر میں ہے

شکرِ سجادؑ پہ کہتے تھے تعجب سے لعین
کتنا آزاد یہ پابندیِ زنجیر میں ہے

کوئی قرآن کو جز آلِ نبیؐ کیا سمجھے
ایک عالم ہے کہ اُلجھا ہوا تفسیر میں ہے

کیوں نہ اکبرؑ کو کہیں احمدِؐ مرسل کی شبیہ
بات قرآن میں جو ہے وہی تفسیر میں ہے

مختصر سا شہِ والا کا یہ میدان میں رجز
ابھی طاقت اسداللہ کی شمشیر میں ہے

جائیں فریادِ سکینہؑ پہ مدد کو کیوں کر
پاؤں تو حضرتِ سجادؑ کا زنجیر میں ہے

سرِ زینبؑ کو کہے کون کھُلا یا نہ کھُلا
یہ تو اک راز ہے جو چادرِ تطہیر میں ہے

ظُہر کا وقت بدن چور خیالِ زینبؑ
اب یہ عالم ہے کہ رعشہ تنِ شبیرؑ میں ہے

دیکھے دُر چھنتے سکینہؑ کے کہا زینبؑ نے
ہائے بی بی یہ ستم بھی تری تقدیر میں ہے

ہر قدم پر پئے تعظیم جھکے کیوں عابدؑ
یہ تو آواز کسی اور کی زنجیر میں ہے

سلام ۱۷

عرب کے لوگ صورت دیکھ کر کہتے تھے اکبرؑ کی
خدا نے صرف مُہرِ پشت رکھ لی ہے پیمبرؐ کی

عنایت اور کیا ہو فاطمہؑ پر ربِّ اکبر کی
دُلہن حیدرؑ کی، ماں حسنینؑ کی، بیٹی پیمبرؐ کی

نہ جانے شام والے کیا گلوئے شاہ کو سمجھیں
مدینے میں تو بوسہ گاہ کہتے تھے پیمبرؐ کی

شہیدوں کو جو دیکھا تشنگی سے ناتواں حق نے
زمینِ کربلا سے حد مِلا دی حوضِ کوثر کی

کئے عباسؑ نے جب سخت حملے شہ نے فرمایا
ذرا رو کے ہوئے ہاتھوں کو اُمت ہے پیمبرؐ کی

قمر صورت نہ تھی بخشش کی کوئی بھی سرِ محشر
سفارش گر نہ ہو شق القمر والے پیمبرؐ کی

سلام ۱۸

منتظم کعبہ کا آپہونچا صفائی کے لئے
اے بُتوں اب اور گھر ڈھونڈو خدائی کے لئے

آئے کعبہ کی زمین پر جب سے حیدرؑ کے قدم
جائے سجدہ بن گئی ساری خدائی کے لئے

چیرتے ہیں کلّہ اژدر کو جھولے میں علیؑ
آج پہلی مشق ہے خیبر کُشائی کے لئے

اے عروسِ تیغِ قاسمؑ رُخ سے گھونگھٹ تو اُٹھا
سر لئے لاکھوں کھڑے ہیں رونمائی کے لئے

کہتے تھے عباسؑ میں سقّہ ہوں فوجِ شاہ کا
خون کے دریا بہا دوں گا ترائی کے لئے

ڈوکیا مرحب کو جب حیدرؑ نے بولی ذوالفقار
ہاتھ ایسا چاہیئے تیغ آزمائی کے لئے
مجھ سے جو چاہیں لحد میں پوچھیں اب مُنکر نکیر
آگئے مولا مرے مشکل کُشائی کے لئے
چونک اُٹھتی تھی سکینہؑ نام سُنکر شاہ کا
جب کبھی روتی تھیں زینبؑ اپنے بھائی کے لئے
کہہ کے روتی تھی سکینہؑ دیکھ کر سوئے فلک
تازیانے اور مرے بیمار بھائی کے لئے
کس کے گھر اُ[illegible]سار عرش سے دیکھو قمؔر
یہ نشاں ہے فاطمہؑ کی کتخدائی کے لئے
کربلا جانے کو دِل بیتاب رہتا ہے قمؔر
جس طرح تڑپے کوئی طائر رہائی کے لئے

مرثیہ ۱

جب فتح مُلکِ شب کو کیا آفتاب نے

در حالِ جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام

پانی پہ فخر کرتے ہو تم بات بات میں
مطلب یہ ہے کہ آگ لگا دوں فرات میں

۱

جب فتحِ مُلکِ شب کو کیا آفتاب نے
سِکّہ جمایا اپنا جلالت مآب نے
تاروں کی فوج جمنے نہ دی آب وتاب نے
بدلا نظامِ چرخِ کُہن انقلاب نے
وہ جانور چہک اُٹھے چُپ تھے جو رات میں
باجے سحر کے بجنے لگے کائنات میں

۲

جلوہ نما ہوا ہے کچھ اس طرح آفتاب
جیسے کسی حسین کا نکھرا ہوا شباب
صورت میں لاجواب تجلّی میں لاجواب
جس کے ذرا سے ایک اشارے میں انقلاب
ہے یہ گمان دیکھ کے عالمِ ظہور کا
نکلا ہے سر دریچۂ جنّت سے حور کا

۳

مشہور ہو گیا ہے جو سارے جہاں میں نام
جن کی زباں تھی بند وہ کرنے لگے کلام
شبنم گلوں سے چھین لی بادہ کشوں سے جام
چُپ ہیں چراغ ختم ہوئی داستانِ شام
چرچے سُنے جو رہزنِ روزِ آشکار کے
لیلیٰ شب نے رکھ دیا زیور اُتار کے

۴

جب سے عیاں ہوئی ہے سرِ کربلا سحر
ہر لمحہ اک پہاڑ ہے قلبِ حبیبؑ پر
گرما رہے ہیں اپنے فرس کو اِدھر اُدھر
مطلب یہ ہے کہ اِذن ملے مجھکو پیشتر
نظریں ہیں جلوہ گاہِ امامِ غیور پر
گھوڑے پہ ہیں حبیبؑ کہ موسیٰؑ ہیں طور پر

۵

پہلو میں تیغ ہاتھ میں نیزہ سپر بہ دوش
بگڑے ہوئے جلال میں تیور ادب کا ہوش
خیمہ کے در پہ سر کو جھکائے ہوئے خموش
نظروں میں فوجِ شام لڑائی کا دل میں جوش
ایسے میں حکم ہو جو شہِ خوش کلام کا
شاید چراغ ہی نہ جلے فوجِ شام کا

۶

ہوتے ہیں بیقرار تو کرتے ہیں یہ دُعا
اے کارساز تو مری مشکل میں کام آ
میں ہوں چراغِ صبح اُمیدِ حیات کیا
ناگاہ آکے قاسمِ مضطر نے یہ کہا
اب کچھ حرم میں دیر نہیں ہے امام کو
صف باندھ کر کھڑے ہوں نمازی سلام کو

۷

گھوڑے سے اُترے جیسے ہی شبیرؑ کے حبیب
دیکھا کہ شاہ آگئے عباسؑ کے قریب
آگے بڑھے سلام کیا صورتِ غریب
بیٹا امیرِ کُل کا تھا بس کھُل گئے نصیب
فرمایا میں سمجھ گیا غربت کے رنگ کو
اللہ راس لائے بڑھاپے کی جنگ کو

۸

اچھا سدھارو رن کو یہ جب کہہ چکے امام
تن پر دوبارہ چُست کئے اسلحہ تمام
پشتِ فرس پہ بیٹھ گئے تھام کر لگام
جھک جھک کے ہر جری کو کیا آخری سلام
پیری میں تن کے بن گئے نقشہ جوان کا
جیسے کوئی اُتار دے چلّہ کمان کا

۹

لے کر چلی جو رن کی طرف حسرتِ جلال
غازی کا رنگ ڈھنگ نمازی کی چال ڈھال
ناگاہ حُر کی لاش نظر آئی پائمال
غصہ میں سُرخ ہو گئے بولے بصد جلال
سمجھی ہوئی ہے یہ سپہِ بدصفات کیا
میں انتقام حُر کا نہ لے لوں تو بات کیا

۱۰

جا کر قریب فوج یہ کی اشقیا سے بات
کوئی نہ ہوگا تم سا زمانہ میں بدصفات
یہ تیسرا ہے دن تمہیں روکے ہوئے فرات
تم نے تو کافروں کو بھی اب کر دیا ہے مات
افسوس کیوں نہ آئے تمہارے خیال پر
پانی ہے بند ساقیِ کوثر کے لال پر

۱۱

شبیرؑ کے شرف ہیں دو عالم پہ آشکار
نانا ہے وہ جو سارے رسولوں پہ افتخار
باپ ایسا جس کو بھیجی ہے خالق نے ذوالفقار
بھائی حسنؑ سا صلح میں جو فخرِ روزگار
کس کا وقار اتنا ہے اس فرشِ خاک پر
ماں وہ ہے جس کا عقد ہوا عرشِ پاک پر

۱۲

جبریل نے جب اِن کو جھُلایا کہاں تھے تم
حُلّہ انھیں بہشت سے آیا کہاں تھے تم
زہراؑ نے اپنا دودھ پلایا کہاں تھے تم
کاندھے پہ مصطفےٰؐ نے چڑھایا کہاں تھے تم
یاد اب نہیں وقار جو ابنِ بتولؑ کا
تم کل کو بھول جاؤ گے کلمہ رسولؐ کا

۱۳

یہ سلطنت دو روزہ ہے اس پر غرور کیا
باجہ امیرِ شام کا صحرا کی ہے صدا
یہ کیا کہ آج بج گیا کل بند ہوگیا
وہ بھی سُنا کسی نے، کسی نے نہیں سُنا
جاری رہے گا شورِ اذاں اور جاری ہے
جو حشر تک سنو گے وہ نوبت ہماری ہے

۱۴

یہ تو سُنا ہے تو نے بھی او شمرِ بدخصال
تھا تشنگی سے حُر کے رسالے کا غیر حال
جو تھا دکھائی دیتا تھا وہ پیاس سے نڈھال
آنے نہ دی سخی نے مگر نوبتِ سوال
آگاہ اس کرم سے نہیں کائنات کیا
گھوڑے بھی سیر ہوگئے انساں کی بات کیا

۱۵

بے کس کو بے نوا کو ستاتے ہو کس لئے
مومن ہے اُس کے دل کو دکھاتے ہو کس لئے
کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے ڈھاتے ہو کس لئے
اسلام کو یہ داغ لگاتے ہو کس لئے
گر جانتے نہیں یہ نبیؐ کا نواسہ ہے
یہ تو تمہیں خبر ہے مسافر ہے پیاسا ہے

۱۶

دنیا میں اب رسولؐ نہیں مرتضیٰؑ نہیں
زہراؑ بھی اب نہیں حسنؑ مجتبیٰ نہیں
جتنے بزرگ گھر میں تھے کوئی رہا نہیں
تم کو بتائیں کیا تمہیں معلوم کیا نہیں
جانِ نبیؐ ہے فاطمہؑ کا نورِ عین ہے
لے دے کے پنجتنؑ میں یہی اک حسینؑ ہے

۱۷

واقف ہو تم تو مُلکِ عرب کے اُصول سے
کرتے ہیں یاد بات جو رہ جائے بھول سے
بعدِ نبیؐ جو پھرنا تھا ابنِ بتولؑ سے
پہلے تمہیں یہ کہنا تھا اپنے رسولؐ سے
پابند آپ کے ہر اک ارشاد کے نہیں
ہم آپ کے ہیں آپ کی اولاد کے نہیں

۱۸

دریا پہ اور تم رہو قابض یہ ہے مُحال
دیکھا نہیں ابھی مجھے تم نے دمِ جلال
فوجوں پہ ناز ہے تمہیں یہ خام ہے خیال
رُک جائے نہر پر یہ کسی کی نہیں مجال
طوفان اُٹھائے گی سپہ بدصفات کیا
خشکی میں ناؤ کو نہ ڈبو دوں تو بات کیا

۱۹

واقف نہیں ہے مجھ سے ابھی لشکر گراں
ہوتا ہے میری تیغ سے دریائے خُوں رواں
اچھا نہیں جدال میں لانا مرا یہاں
اے ناریو! میں کہتا ہوں پھر روک لو زباں
پانی پہ فخر کرتے ہو تم بات بات میں
مطلب یہ ہے کہ آگ لگا دوں فرات میں

۲۰

باتوں کو سُن کے کہتے ہیں حیرت سے بدصفات
دیکھی نہیں جوانوں میں۔ پیری میں ہے وہ بات
کرتی ہے فخر ایسے ہی جاں بازوں پر حیات
حملے کے وقت کانپنے لگتی ہے کائنات
میداں میں پست حوصلے اک اک جواں کے ہیں
اللہ یہ ضعیف مجاہد کہاں کے ہیں

۲۱

یہ سن اور اُس پہ زورِ شجاعت کہ الاماں
چلتے ہیں تیر کی طرح قامت ہے گو کماں
بجلی کی طرح گرتے ہیں روکے کوئی کہاں
یہ حال ہے جو دُشمن یہاں مارے تو تین سو وہاں
دم بھر میں قتل سیکڑوں کفّار ہو گئے
خم کیا کمر میں آگیا تلوار ہو گئے

۲۲

حالانکہ ایسی دھوپ میں ہے تشنگی کمال
آتا نہیں زباں پہ مگر پیاس کا سوال
اِس حال میں بھی ہے وہی خودداریوں کا حال
کہتے ہیں پانی غیر سے مانگیں! یہ ہے محال
کیوں التجا کریں سپہ بد صفات سے
کوثر کچھ ایسا دور نہیں ہے فرات سے

۲۳

سمجھایا شمر نے بھی کہ اے مردِ نیک ذات
مہمان کوئی دم کے ہیں شبیرؑ خوش صفات
آجاؤ تم اِدھر کہ ہوں پورے مطالبات
یہ کہہ کے اُس دلیر نے کوئی سُنی نہ بات
ہم اور فریب شہ کو دم کارزار دیں
دنیا کی سلطنت ہو تو ٹھوکر پہ مار دیں

۲۴

سمجھا ہے تو نے کیا ہمیں اپنی نگاہ میں
منزل شناس بھی کہیں بھٹکے ہیں راہ میں
چھوٹے بڑے ہیں جتنے بھی شہ کی سپاہ میں
ڈوبے ہوئے ہیں سبطِ پیمبر کی چاہ میں
چھُٹ جائیں اُس سے جو کہ پیمبر کا چین ہے
یوسفؑ کا کارواں نہیں فوج حسینؑ ہے

۲۵

یہ کہہ کے قلبِ فوج میں آیا وہ شیرِ نر
بڑھ بڑھ کے رن میں وار کئے وہ کہ الحذر
کاٹے کسی کے ہاتھ اُڑایا کسی کا سر
لاشوں کے ڈھیر آنے لگے ہر طرف نظر
اب کون روکے جنگ میں اِس انقلاب کو
پیری نے آج مات کیا ہے شباب کو

۲۶

دشتِ وغا میں تیغ کو حد سے سوا ہے جوش
چھینی کسی کی عقل اُڑائے کسی کے ہوش
یوں پھر رہی ہے کوئی پری جیسے سرخ پوش
جس پر بھی سایہ ڈال دیا کر دیا خموش
پرواز میں پری سے یہ کم بال بھر نہیں
حیرت کی بات یہ ہے کہ بازو میں پر نہیں

۲۷

پھرتی ہے اہل کفر کو کرتی ہوئی ہلاک
ہر شام والا صبح کی صورت ہے سینہ چاک
آتش فشانیوں سے کیا ہے جلا کے خاک
بالکل وہی مثل ہے کہ "خس کم جہان پاک"
ہے شور تا بہ کوفہ لب خاص و عام پر
بجلی سحر کے وقت گری فوجِ شام پر

۲۸

بجلی سی کوندتی ہے جو شمشیرِ شعلہ ور
جانیں بچا کے بھاگ رہے ہیں اِدھر اُدھر
خیمہ پہ ابنِ سعد کے ہے غیظ کی نظر
شمرِ لعین کو دیکھتے ہیں دانت پیس کر
فخرِ شباب کبرسِنی کی جدال ہے
رعشہ ہے کُل بدن میں یہ غصہ کا حال ہے

۲۹

پہونچے جو لڑتے لڑتے بِن سعد کے قریں
چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے دشمنانِ دیں
زخموں سے چور ہو کے جھکے جانبِ زمیں
رکھ دی برائے سجدۂ حق خاک پر جبیں
آواز دی کہ یا شہِ ابرار السّلام
دنیا سے جا رہا ہے یہ غمخوار السّلام

۳۰

پہونچے جو شاہ سانس تھا باقی حبیبؑ میں
کچھ مسکرائے دیکھ کے شہ کو قریب میں
کی عرض تھی زیارتِ آخر نصیب میں
کلمہ پڑھا بس اتنا ہی دم تھا غریب میں
کی روح نے بدن میں نہ تاخیر کھنچ گئی
آنکھیں کھلی تھیں شاہ کی تصویر کھنچ گئی

۳۱

آئے تھے ساتھ شہ کے جو انصارِ خوش بیاں
کرنے لگے حبیبؑ کے حالات یوں عیاں
مسجد میں کوئی وقت نہ جاتا تھا رائیگاں
اتنی بڑھی نماز یہ جتنے ہوئے جواں
اب تو عبادت اتنی ضعیفی میں کی شروع
سجدے تو پانچ وقت کے آٹھوں پہر رکوع

۳۲

بچپن سے تا ضعیفی رہی ایک سی نماز
اب تک قضا ہوئی نہ کسی وقت کی نماز
حسنینؑ کے ادب سے مقدم نہ تھی نماز
پہلے سلام کر لیا پیچھے پڑھی نماز
سبطینؑ سے نصیب میں عالی مقام تھے
اس ایک مقتدی کے لئے دو امام تھے

۳۳

پیری میں کس قدر تھا حسین روئے بے مثال
وہ گورا گورا رنگ وہ سر کے سفید بال
چہرے پہ جھریاں جو پڑی تھیں تو تھا یہ حال
چلمن میں جیسے بیٹھا ہو کوئی پری جمال
گیسو بکھر گئے جو کبھی کھل کے رات میں
اک چاندنی سی پھیل گئی کائنات میں

۳۴

اس وقت حالِ سیدِ کونینؑ ہے عجیب
کہتے ہیں دوست چھٹنے لگے واہ رے نصیب
پردیس میں خدا نہ کسی کو کرے غریب
اچھا سدھارو ہم بھی اب آتے ہیں اے حبیبؑ
جلتی زمین پہ لوگ ہمیں چھوڑ جائیں گے
ہم بھی کفن تمہاری طرح سے نہ پائیں گے

۳۵

کہنا یہ جا کے فاطمہؑ زہرا سے میری بات
کوئی نہیں حسینؑ کا اب جُز خدا کی ذات
ہوں گے اسیر عصر کو ناموسِ خوش صفات
اصغر کو کون لے گا کہ ہوں گے رسن میں ہات
بھیجوں جو میں تو گود میں لینا سنبھال کے
گردن میں زخم ہوگا ذرا دیکھ بھال کے

۳۶

باتیں یہ کر رہے تھے ابھی شاہِ حق شناس
پہونچے اُدھر حبیبؑ حبیبؐ خدا کے پاس
پژمردہ حال چہرے پہ چھایا ہوا ہراس
رعشہ بدن میں ٹیس جگر میں نظر اُداس
روداد کہہ سکے نہ شہِ مشرقین کی
اشکوں نے کی بیان کہانی حسینؑ کی

۳۷

آخر علیؑ نے پوچھا کہ اے پیروِ رسولؐ
اب کس مقام پر ہے جگر گوشۂ بتولؑ
بولے حبیبؑ، ہیں ابھی قائم وہی اُصول
اللہ رے غیور کہ بیعت نہ کی قبول
جب لاش اُٹھانے آئے تھے وہ مجھ شہید کی
اُس وقت ٹھوکروں میں تھی بیعت یزید کی

۳۸

موقوف آج پر نہیں یا شیرِ ذُوالجلال
تھا فوجِ اشقیا کا یہی ساتویں سے حال
خیمے ہٹانے آگئے دریا پہ بدخصال
اُس وقت دیکھتا کوئی عباسؑ کا جلال
سمجھانے کو حسینؑ نہ پہونچیں جو دور تک
آئیں دُہائیوں کی صدائیں حضور تک

۳۹

واقف تھے اُن کے غیظ سے شبیرِؑ نامدار
دل تھا غمِ تباہیِ اُمت سے بیقرار
فرماتے تھے کہ اے پسرِ شیرِ کردگار
اپنی طرف سے بات بڑھاؤ نہ میں نثار
اتنی سی نہر کے لئے محوِ خیال ہو
عباسؑ تم تو ساقیِ کوثر کے لال ہو

۴۰

وہ کام ہو کہ حکم ہو جس کام کے لئے
اللہ اور رسولؐ کے پیغام کے لئے
لڑنا نہیں ہے سلطنت و نام کے لئے
قربانی دینے آئے ہیں اسلام کے لئے
صابر ہیں ہم نظر نہیں رکھتے ہیں دہر پر
تاریخ میں نہ ہو کہ لڑائی تھی نہر پر

۴۱

خیمے یہاں سے لے چلو ان کا کہا کرو
حیدرؑ کی طرح صابر و شاکر رہا کرو
اسلام آبرو سے رہے یہ دعا کرو
اپنا گواہ نہر کو بہرِ خدا کرو
محشر کے روز پیاس کو پانی بیاں کرے
ساحل ہماری خشک زبانی بیاں کرے

۴۲

ساقی زبان سوکھ گئی ہے شراب لا
خوشبو میں ہو جو غیرتِ مشک و گلاب لا
پیری کو جو کہ بخش دے رنگِ شباب لا
طے کر چکا ہوں منزلِ راہِ ثواب لا
پھولوں میں رکھ کے جام دے مجھ خوش نصیب کو
پہونچا کے آ رہا ہوں جناں میں حبیبؑ کو

۴۳

سب سے بلند ہے مرے ساقی ترا مقام
لیتا نہیں بغیرِ وضو تیرا کوئی نام
انساں تو کیا فرشتے بھی کرتے ہیں احترام
ہیں ماہ و آفتاب ترے میکدے کے جام
قائم مقام ہے تو رسالت مآبؐ کا
قندیلِ عرش ہے ترا شیشہ شراب کا

۴۴

صد فخرِ کائنات ہے تیرا وقار بھی
بندے بھی تجھ سے راضی ہیں پروردگار بھی
چلتے ہیں تیرے کہنے پہ لیل و نہار بھی
قبضے میں مے پرست بھی طاعت گزار بھی
فضلِ خدا سے دونوں جگہ احترام ہے
ساقی تو میکدے میں حرم میں امام ہے

۴۵

ساقی تلاش کرتی ہے میری نظر شراب
سب کو پلا کے تو نے رکھی ہے کدھر شراب
بانٹی ردائے فاطمہؑ میں چھان کر شراب
میرے نصیب سے نہ بچی ہو اگر شراب
ساقی نہ جاؤں گا میں ترے در کو چھوڑ کر
پیمانہ بھر دے چادرِ زہراؑ نچوڑ کر

۴۶

ساقی سخاوتیں ہیں زمانے میں تیری عام
وعدہ ترا غلط نہیں اس میں نہیں کلام
آج انتظار میں مرا دن ہو گیا تمام
تیرے نثار شام کو آیا ہے پیکے جام
کیوں اتنی دیر ہو گئی کیا بات ہو گئی
اب آفتاب نکلا ہے جب رات ہو گئی

۴۷

ساقی میں حالِ کرب و بلا جا کے دیکھ آؤں
جو کچھ ہے سرگزشت یہاں کی وہاں سناؤں
کیا کیا کہا حبیبؑ نے شبیرؑ کو بتاؤں
بس اتنی دیر ہے کہ وہاں جاؤں اور آؤں
مولا کی ہے نگاہِ عنایت غریب پر
شاید ابھی حسینؑ ہوں لاشِ حبیبؑ پر

۴۸

جا کر کہوں گا سیدِ ابرارؑ اب چلو
جنت میں پہونچا آپ کا غمخوار اب چلو
بیچین ہوں گے عابدِؑ بیمار اب چلو
تکتی ہیں راہ زینبؑ لاچار اب چلو
جلوے قریب میں جو نہیں ہیں امام کے
اُٹھ اُٹھ کے پردے دیکھ رہے ہیں خیام کے

۴۹

پھیلا ہوا ہے خیمۂ عصمت میں اضطراب
ہے آتشِ فراق سے ہر ایک دل کباب
سجدے میں ہیں زمین پہ زینبؑ فلک مآب
بانوئے شہ کو ضبط کی باقی نہیں ہے تاب
چل کر مسافرانِ مدینہ کو دیکھ لو
اب دیر ہو گئی ہے سکینہؑ کو دیکھ لو

۵۰

نامِ سکینہؑ سُنتے ہی شبیرؑ دل فگار
رخصت ہوئے حبیبؑ کے لاشے سے بیقرار
آئے قریب یاور و انصارِ ذی وقار
آگے بڑھے سلام کو عباسؑ نامدار
اکبرؑ جھکے جو باپ کی تسلیم کے لئے
سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کے لئے

۵۱

خیمہ میں آ کے دیکھا سکینہؑ کو بے قرار
آغوش میں اُٹھا کے کیا مُسکرا کے پیار
بولے یہ آنسو آنکھ سے پونچھو پدر نثار
اتنی سی دیر ہوگئی کیوں تم کو ناگوار

اچھا ؤ بتاؤ روؤ کہ شکر خدا کرو
اب جا کے ہم نہ لوٹ کے آئیں تو کیا کرو

مرثیہ ۲

آمد ہے ابنِ حیدرؑ گردوں وقار کی

درحالِ حضرت عباسؑ علیہ السلام

تو نے جو پُل غرور کا باندھا تھا گر گیا
پانی امیرِ شام کی بیعت پہ پھر گیا

۱

آمد ہے ابنِ حیدرِ گردوں وقار کی
رفتار ہے وہی شہِ دُلدُل سوار کی
ہیبت سے کانپتی ہے زمیں کارزار کی
اِک شورِ الاماں ہے صدا آبشار کی
پانی جو نہر کا نگِ صف شکن میں ہے
موجوں کا ہے یہ حال کہ رعشہ بدن میں ہے

۲

میداں میں دور دور کھڑے ہیں جفا پرست
بگڑا ہوا ہے شام کے لشکر کا بندوبست
جو تھے بُلند حوصلہ وہ ہو گئے ہیں پست
یعنی ابھی لڑے نہیں اور کھا گئے شکست
ہیں مشورے کہ جان بچانی ضرور ہے
اب صُبح صُبح بھاگ چلو شام دُور ہے

۳

چلّا رہا ہے نہر سے شمرِ زبوں صفات
او ابنِ سعد فوج سے دھو بیٹھ اپنے ہات
خالی پڑی ہوئی ہے نگہبانوں سے فرات
ساحل پہ آکے دیکھ کہ اب ڈوبتی ہے بات
تو نے جو پُل غرور کا باندھا تھا گر گیا
پانی امیرِ شام کی بیعت پہ پھر گیا

۴

حالانکہ نہر پر ابھی آیا نہیں وہ شیر
روباہ کی طرح سے چھپے ہیں ترے دلیر
میدان صاف ہوگیا کچھ بھی لگی نہ دیر
تیری طرف جو بھاگ رہے ہیں اُنھیں تو گھیر
ثابت قدم جواں نہ رہے عہد توڑ کر
بے آبرو تھے بھاگ گئے نہر چھوڑ کر

۵

پہلے بتا دیا تھا تجھے دیکھکر نگاہ
حالت سحر سے شام کے لشکر کی ہے تباہ
راہِ فرار ڈھونڈتے پھرتے ہیں روسیاہ
عباسؑ کا یہ ڈر ہے کہ اللہ کی پناہ
حملہ کوئی ہوا نہیں جانوں کی پڑگئی
لکھ دے یزید کو کہ لڑائی بگڑ گئی

۶

غائب تمام نہر سے چھوٹے بڑے ہوئے
پاؤں اُکھڑ گئے ہیں سبھوں کے گڑے ہوئے
سُنسان ہیں فرات کے ناکے پڑے ہوئے
تھرا رہے ہیں مردمِ آبی کھڑے ہوئے
عباسؑ کو یہ سُن کے جری ہیں غیور ہیں
طوفان اُٹھ کے دیکھتا ہے کتنی دور ہیں

۷

ناگہ نشانِ فوجِ حسینی عیاں ہوا
پنجے کی ضو پہ مہرِ فلک کا گماں ہوا
پرچم ہوا میں رشکِ دہِ کہکشاں ہوا
سقہ حرم سے جانبِ دریا رواں ہوا
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں حبابوں کی راہ میں
موجیں تڑپ رہی ہیں بہشتی کی چاہ میں

۸

بڑھتے ہیں جتنے حضرتِ عباسؑ نامدار
اُتنا ہی ابنِ سعد کو ہوتا ہے انتشار
لشکر کی سمت دیکھ کے کہتا ہے بار بار
کیوں بُت بنے کھڑے ہو یہ کیا ہے خدا کی مار
ڈرتے ہو اتنا عقل میں کچھ پھیر تو نہیں
آخر وہ آدمی ہے کوئی شیر تو نہیں

۹

کہتی ہے فوج یہ تری قسمت کا پھیر ہے
ہم جانتے ہیں جتنا وہ غازی دلیر ہے
اب چھین لینا نہر کوئی دم کی دیر ہے
جس سے کہ شیر کانپتے تھے اُس کا شیر ہے
مشہورِ خلق نام خدا کے ولی کا ہے
تیور بتا رہے ہیں کہ بیٹا علیؑ کا ہے

۱۰

کر یہ دعائیں خالقِ اکبر کے سامنے
آجائے وہ نہ شام کے لشکر کے سامنے
کوئی نہ جم سکے گا دلاور کے سامنے
قطروں کی کیا بساط سمندر کے سامنے
سنتے ہی نام رعب جوانوں پہ چھا گیا
یہ ذکر تھا کہ شیر ترائی میں آگیا

۱۱

اب کس کی ہے مجال کہ دریا کے پاس آئے
دانستہ اپنی جان کوئی کس طرح گنوائے
حالانکہ دور دور کھڑے ہیں پرے جمائے
اُس پر بھی حال یہ ہے کہ دل جیسے بیٹھ جائے
بیکار سب کے واسطے راہِ فرار ہے
جائیں کہاں کہ موت تو سر پر سوار ہے

۱۲

کوشش میں پھر رہا ہے ابنِ سعدِ بدگہر
رہ رہ کے ڈالتا ہے نگاہیں اِدھر اُدھر
کوسوں نہیں ہے کوئی نگہبان نہر پر
تنہا کھڑے ہیں حضرتِ عباسؑ نامور
قبضے پہ ہاتھ زینِ فرس پر تنے ہوئے
بالکل جنابِ حیدرؑ صفدر بنے ہوئے

۱۳

فرما رہے ہیں دور ہو کیوں میرے پاس آؤ
ہوتے ہیں کیا حسینؑ پیمبر کے یہ بتاؤ
نانا کا کلمہ پڑھ کے نواسے پہ ظلم ڈھاؤ!
بحرِ عتاب میں کہیں تم سب نہ ڈوب جاؤ
دیکھا نہیں ہے تم نے ابھی میرے قہر کو
دریائے خوں بہے گا جو روکے گا نہر کو

۱۴

اِترا گئے ہٹا جو لیئے شاہ نے خیام
دیکھوں جو روکے اب مجھے فوجوں کا اژدہام
فرزندِ شیرِ خالقِ اکبر ہوں لاکلام
تلوار کھینچ لوں تو نہ کوفہ رہے نہ شام
سمجھی ہے مجھ کو اے سپہ بدصفات کیا؟
بیرالعلم سے لے لیا پانی فرات کیا؟

۱۵

کس جا چھپا ہوا ہے بنِ سعد بدگہر
سالارِ فوج بن گیا اور ڈر رہے اس قدر
کہدو کہ کہہ رہے ہیں یہ عباسؑ نامور
افسر تجھے بنا دیا لعنت یزید پر
دب کر قضا سے دل میں ہے ارمان اوج کا
کیسا جری ہے آسرا کرتا ہے فوج کا

۱۶

میداں میں ہم سمجھتے ہیں لاکھوں کو بے ثبات
اب تک جہاں گئے ہیں رہی ہے ہماری بات
گر جمع ہو کے ہم سے لڑے ساری کائنات
ممکن نہیں کہ ہاتھ سے جاتی رہے فرات
جا کر علم بھی گاڑیں گے کوفہ کے شہر پر
قبضہ تو کر لیا ہے سرِ دستِ نہر پر

۱۷

ہر حال میں شریک ہے ذاتِ خدا میری
سب کچھ سنا مگر نہ ہوئی ابتدا میری
یہ انتہائے ضبط تھی اے اشقیا میری
اب مانتے نہیں ہو تو دیکھو وغا میری
وہ رن پڑے قسم شہِ بدر و حنین کی
فوجیں پکار اٹھیں کہ دہائی حسینؑ کی

۱۸

یہ کہہ کے لی میان سے شمشیرِ آبدار
حملہ کیا جری نے ہوا حشر آشکار
حالانکہ فوجِ شام تھی بے حد و بے شمار
یہ حال تھا جو مر گئے سو بھاگ اٹھے ہزار
دشتِ وغا سے چل دیئے جو منھ کو پھیر کے
لے آئی اُن کو موت وہیں گھیر گھیر کے

۱۹

اس طرح شامیوں پہ گری تیغِ لاجواب
جیسے خدا کی سمت سے نازل ہوا عتاب
تھا قلبِ فوجِ شام میں فرزندِ بوتراب
غل تھا کہ رات میں نکل آیا ہے آفتاب
توبہ جو کرلے اب بھی بڑا خوش نصیب ہے
آثار دیکھ لو کہ قیامت قریب ہے

۲۰

کہتا تھا کوئی موت تو ٹلنے کی اب نہیں
پاؤں پکڑ لئے ہیں نہ چھوڑے گی یہ زمیں
ڈر ہے کہ بزدلوں میں نہ مخبر لکھیں کہیں
کج فہم ہے یزید ضرور آئے گا یقیں
بہتر ہے یہ بلاؤ کسی پہلوان کو
کردے جو بے نشان علی کے نشان کو

۲۱

یہ سُن کے نکلا فوجِ ستمگر سے ایک یَل
کچھ مشورے کے بعد اُسے لے چلی اجل
عباسؑ کے قریب جب آیا پئے جدل
کہنے لگا کہ اے پسرِ شیرِ حق سنبھل
کافی پئے رجز ہے یہ جملہ اخیر کا
دشمن ہوں خاندانِ جنابِ امیرؑ کا

۲۲

افسوس آج تک مجھے اُس دن کا ہے بڑا
آوازِ مصطفٰےؐ پہ جب آئے تھے مرتضیٰؑ
ہر خیبری کو رن میں تہ تیغ کردیا
مرحب مجھے بُلا کے نہ لایا غضب کیا
محروم میری تیغ فلک سیر ہوگئی
خیبر کے در پہ میں نہ ہوا خیر ہوگئی

۲۳

شہرہ نہیں ہے سارے جہاں میں کہاں مرا
دبتی ہے وہ زمین قدم ہو جہاں مرا
تھرائے گرز دیکھ لے گر آسماں مرا
دنیا نے نام رکھا ہے کوہِ گراں مرا
آبادیوں کے حق میں سراپا اُجاڑ ہوں
اپنی جگہ سے جو نہ ہٹے وہ پہاڑ ہوں

۲۴

یہ کہہ کے اُس نے کھینچ لی تلوار غیظ میں
لایا بڑھا کے سامنے رہوار غیظ میں
اندھا بنا ہوا تھا بد اطوار غیظ میں
پیہم طرح طرح سے کئے وار غیظ میں
قبضے کی شئے غرض دمِ پیکار چھن گئی
اب موت سامنے ہے کہ تلوار چھن گئی

۲۵

بولے یہ تیغ چھین کے عباسِ ذی حشم
دیکھا کہ کوہ کو بھی سمجھتے ہیں کاہ ہم
نیزہ سنبھال کر جو بڑھا بانی ستم
چو رنگ کر گئی اُسے شمشیرِ برق دم
خود ہی اُجڑ کے رہ گئے سامان اُجاڑ کے
بجلی گری تھی اُڑ گئے ٹکڑے پہاڑ کے

۲۶

ساقی شکست کھا گیا باطل شراب لا
مقتول ہے جو بنتا تھا قاتل شراب لا
اس وقت موج میں ہے مرا دل شراب لا
دریا کی فتح ہے سرِ ساحل شراب لا
اس وقت جام کی نہیں حاجت شراب کو
ساغر بنا لیا ہے اُلٹ کر حباب کو

۲۷

کوثر سے بڑھ کے طاہر و اطہر ہو وہ شراب
مثلِ گلِ بہشت معطر ہو وہ شراب
مقبولِ بارگاہِ پیمبرؐ ہو وہ شراب
مداح جس کا خالقِ اکبر ہو وہ شراب
جس کا کہیں نشاں نہ ہو دُنیائے زشت میں
یا تیرے میکدے میں ملے یا بہشت میں

۲۸

ساقی ہیں جس کے شاہِ ولایت وہی شراب
کعبہ میں جس کی خاص اجازت وہی شراب
جو اہلِ بیت کی ہے محبت وہی شراب
جس کی نماز میں ہے ضرورت وہی شراب
اُس خاص مئے کا جام جو مشہورِ عام ہے
جس کے پیئے بغیر عبادت حرام ہے

۲۹

بیچین ہو گئے ترے میخوار لا شراب
بہرِ خدا شراب پیئے مصطفٰےؐ شراب
شیشہ سنبھال جام اُٹھا لے پلا شراب
مشکل کُشا کا واسطہ معجز نما شراب
ساغر سے مئے چھلک کے ثبوتِ شرف بنے
قطرہ گرے زمیں پہ تو دُرِّ نجف بنے

۳۰

دریا کی فتح دیکھ کے دل ہے مرا مگن
رحمت خدائے کون و مکاں کی ہے موج زن
برسے کنارے نہر کے اتنی ہو مئے کُہن
بھیگے تمام تیرے شرابی کا پیرہن
اس درجہ پاک ہو کہ نبیؐ آرزو کریں
دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

۳۱

ساقی پھر اُس کے بعد ضرورت مجھے نہیں
قائم رہے گا نشہ یہ تا حشر بالیقیں
لیکن خیال اب تو ہے عباسؑ کے قریں
فوجیں کہاں کھڑی تھیں کہاں پر پہونچ گئیں
ایسی ہوئی نہ جنگ خدا کے ولی کے بعد
دیکھی یہ آج پہلی لڑائی علیؑ کے بعد

۳۲

ہر وار پر بدلتا ہے دشتِ وغا کا رنگ
وہ جنگی تھیں شجاعتیں آئینہ اب ہیں دنگ
مثلِ علیؑ وہ فوج میں گھُس جانا بے درنگ
حملے اُسی طرح کے وہی امتیازِ جنگ
چھوڑا نہ فرق حیدرؑ صفدر کی شان میں
اے کاش ذوالفقار بھی ہوتی میان میں

۳۳

قبضہ سے اُن کے نہر ستمگار کیا چھڑائیں
سر جو کہ دیدیں اور نہ پیچھے قدم ہٹائیں
تن تن کے برچھیاں سرِ میداں جگر پہ کھائیں
وہ عزم مستقل کہ جگہ چھوڑ کر نہ جائیں
مشہور ہوں جہاں میں دھنی اپنی بات کے
گر قبر بھی بنے تو کنارے فرات کے

۳۴

اس شان سے ہیں نہر پہ عباسؑ ذی حشم
اک ہاتھ میں ہے تیغ تو اک ہاتھ میں علم
رہ رہ کے وار کرتے ہیں گو بانیِ ستم
مثلِ ستونِ کعبہ جمے ہیں مگر قدم
کیں لاکھ کوششیں کہ ہٹا دیں فرات سے
سرکے نہ خضرؑ چشمۂ آبِ حیات سے

۱۱

اب کس کی ہے مجال کہ دریا کے پاس آئے
دانستہ اپنی جان کوئی کس طرح گنوائے
حالانکہ دور دور کھڑے ہیں پرے جمائے
اُس پر بھی حال یہ ہے کہ دل جیسے بیٹھ جائے
بیکار سب کے واسطے راہِ فرار ہے
جائیں کہاں کہ موت تو سر پر سوار ہے

۱۲

کوشش میں پھر رہا ہے بنِ سعدِ بدگہُر
رہ رہ کے ڈالتا ہے نگاہیں اِدھر اُدھر
کوسوں نہیں ہے کوئی نگہبان نہر پر
تنہا کھڑے ہیں حضرتِ عباسؑ نامور
قبضے پہ ہاتھ زینِ فرس پر تنے ہوئے
بالکل جنابِ حیدرؑ صفدر بنے ہوئے

۱۳

فرما رہے ہیں دور ہو کیوں میرے پاس آؤ
ہوتے ہیں کیا حسینؑ پیمبر کے یہ بتاؤ
نانا کا کلمہ پڑھ کے نواسے پہ ظلم ڈھاؤ!
بحرِ عتاب میں کہیں تم سب نہ ڈوب جاؤ
دیکھا نہیں ہے تم نے ابھی میرے قہر کو
دریائے خوں بہے گا جو روکے گا نہر کو

۱۴

اِترا گئے ہٹا جو لئے شاہ نے خیام
دیکھوں جو روکے اب مجھے فوجوں کا اژدہام
فرزندِ شیرِ خالقِ اکبر ہوں لاکلام
تلوار کھینچ لوں تو نہ کوفہ رہے نہ شام
سمجھی ہے مجھ کو اے سپہِ بدصفات کیا؟
بیرالعلم سے لے لیا پانی فرات کیا؟

۱۵

کس جا چھپا ہوا ہے بنِ سعد بدگہُر
سالارِ فوج بن گیا اور ڈر ہے اس قدر
کہدو کہ کہہ رہے ہیں یہ عباسؑ نامور
افسر تجھے بنا دیا لعنت یزید پر
دب کر قضا سے دل میں ہے ارمان اوج کا
کیسا جری ہے آسرا کرتا ہے فوج کا

۱۶

میداں میں ہم سمجھتے ہیں لاکھوں کو بے ثبات
اب تک جہاں گئے ہیں رہی ہے ہماری بات
گر جمع ہو کے ہم سے لڑے ساری کائنات
ممکن نہیں کہ ہاتھ سے جاتی رہے فرات
جا کر علم بھی گاڑیں گے کوفہ کے شہر پر
قبضہ تو کر لیا ہے سرِ دست نہر پر

۱۷

ہر حال میں شریک ہے ذاتِ خدا میری
سب کچھ سُنا مگر نہ ہوئی ابتدا میری
یہ انتہائے ضبط تھی اے اشقیا میری
اب مانتے نہیں ہو تو دیکھو وغا میری
وہ رن پڑے قسم شہِ بدر و حنین کی
فوجیں پکار اُٹھیں کہ دہائی حسینؑ کی

۱۸

یہ کہہ کے لی میان سے شمشیر آبدار
حملہ کیا جری نے ہوا حشر آشکار
حالانکہ فوجِ شام تھی بے حد و بے شمار
یہ حال تھا جو مر گئے سو بھاگ اُٹھے ہزار
دشتِ وغا سے چل دیئے جو مُنھ کو پھیر کے
لے آئی اُن کو موت وہیں گھیر گھیر کے

۱۹

اس طرح شامیوں پہ گری تیغِ لاجواب
جیسے خدا کی سمت سے نازل ہوا عتاب
تھا قلبِ فوجِ شام میں فرزندِ بوتراب
غل تھا کہ رات میں نکل آیا ہے آفتاب
توبہ جو کرلے اب بھی بڑا خوش نصیب ہے
آثار دیکھ لو کہ قیامت قریب ہے

۲۰

کہتا تھا کوئی موت تو ٹلنے کی اب نہیں
پاؤں پکڑ لئے ہیں نہ چھوڑے گی یہ زمیں
ڈر ہے کہ بزدلوں میں نہ مخبر لکھیں کہیں
کج فہم ہے یزید ضرور آئے گا یقیں
بہتر ہے یہ بلاؤ کسی پہلوان کو
کردے جو بے نشان علی کے نشان کو

۲۱

یہ سُن کے نکلا فوجِ ستمگر سے ایک یَل
کچھ مشورے کے بعد اُسے لے چلی اجل
عباسؑ کے قریب جب آیا پئے جدل
کہنے لگا کہ اے پسرِ شیرِ حق سنبھل
کافی پئے رجز ہے یہ جملہ اخیر کا
دشمن ہوں خاندانِ جنابِ امیرؑ کا

۲۲

افسوس آج تک مجھے اُس دن کا ہے بڑا
آوازِ مصطفٰے پہ جب آئے تھے مرتضیٰؑ
ہر خیبری کو رن میں تہِ تیغ کردیا
مرحب مجھے بُلا کے نہ لایا غضب کیا
محروم میری تیغ فلک سیر ہوگئی
خیبر کے در پہ میں نہ ہوا خیر ہوگئی

۲۳

شہرہ نہیں ہے سارے جہاں میں کہاں مرا
دبتی ہے وہ زمین قدم ہو جہاں مرا
تھرائے گرز دیکھ لے گر آسماں مرا
دنیا نے نام رکھا ہے کوہِ گراں مرا
آبادیوں کے حق میں سراپا اُجاڑ ہوں
اپنی جگہ سے جو نہ ہٹے وہ پہاڑ ہوں

۲۴

یہ کہہ کے اُس نے کھینچ لی تلوار غیظ میں
لایا بڑھا کے سامنے رہوار غیظ میں
اندھا بنا ہوا تھا بد اطوار غیظ میں
پیہم طرح طرح سے کئے وار غیظ میں
قبضے کی شئے غرض دمِ پیکار چھن گئی
اب موت سامنے ہے کہ تلوار چھن گئی

۲۵

بولے یہ تیغ چھین کے عباسِ ذی حشم
دیکھا کہ کوہ کو بھی سمجھتے ہیں کاہ ہم
نیزہ سنبھال کر جو بڑھا بانیِ ستم
چورنگ کر گئی اُسے شمشیرِ برق دم
خود ہی اُجڑ کے رہ گئے سامان اُجاڑ کے
بجلی گری تھی اُڑ گئے ٹکڑے پہاڑ کے

۲۶

ساقی شکست کھا گیا باطل شراب لا
مقتول ہے جو بنتا تھا قاتل شراب لا
اِس وقت موج میں ہے مرا دل شراب لا
دریا کی فتح ہے سرِ ساحل شراب لا
اِس وقت جام کی نہیں حاجت شراب کو
ساغر بنا لیا ہے اُلٹ کر حباب کو

۲۷

کوثر سے بڑھ کے طاہر و اطہر ہو وہ شراب
مثلِ گُلِ بہشت معطر ہو وہ شراب
مقبولِ بارگاہِ پیمبرؐ ہو وہ شراب
مدّاح جس کا خالقِ اکبر ہو وہ شراب
جس کا کہیں نشاں نہ ہو دُنیائے زشت میں
یا تیرے میکدے میں ملے یا بہشت میں

۲۸

ساقی ہیں جس کے شاہِ ولایت وہی شراب
کعبہ میں جس کی خاص اجازت وہی شراب
جو اہلِ بیت کی ہے محبت وہی شراب
جس کی نماز میں ہے ضرورت وہی شراب
اُس خاص مئے کا جام جو مشہورِ عام ہے
جس کے پئے بغیر عبادت حرام ہے

۲۹

بیچین ہو گئے ترے میخوار لا شراب
بہرِ خدا شراب پئے مصطفےٰ شراب
شیشہ سنبھال جام اُٹھا لے پِلا شراب
مشکل کُشا کا واسطہ معجز نما شراب
ساغر سے مئے چھلک کے ثبوتِ شرف بنے
قطرہ گرے زمیں پہ تو دُرِّ نجف بنے

۳۰

دریا کی فتح دیکھ کے دل ہے ہرا مگن
رحمت خدائے کون و مکاں کی ہے موج زن
برسے کنارے نہر کے اتنی ہو مئے کُہن
بھیگے تمام تیرے شرابی کا پیرہن
اس درجہ پاک ہو کہ نبیؐ آرزو کریں
دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

۳۱

ساقی پھر اُس کے بعد ضرورت مجھے نہیں
قائم رہے گا نشہ یہ تا حشر بالیقیں
لیکن خیال اب تو ہے عباسؑ کے قریں
فوجیں کہاں کھڑی تھیں کہاں پر پہونچ گئیں
ایسی ہوئی نہ جنگ خدا کے ولی کے بعد
دیکھی یہ آج پہلی لڑائی علیؑ کے بعد

۳۲

ہر وار پر بدلتا ہے دشتِ وغا کا رنگ
وہ جنکی تھیں شجاعتیں آئینہ اب ہیں دنگ
مثلِ علیؑ وہ فوج میں گھس جانا بے درنگ
حملے اُسی طرح کے وہی امتیازِ جنگ
چھوٹا نہ فرق حیدرؑ صفدر کی شان میں
اے کاش ذوالفقار بھی ہوتی میان میں

۳۳

قبضہ سے اُن کے نہر ستمگار کیا چھڑائیں
سر جو کہ دیدیں اور نہ پیچھے قدم ہٹائیں
تن تن کے برچھیاں سرِ میداں جگر پہ کھائیں
وہ عزم مستقل کہ جگہ چھوڑ کر نہ جائیں
مشہور ہوں جہاں میں دھنی اپنی بات کے
گر قبر بھی بنے تو کنارے فرات کے

۳۴

اس شان سے ہیں نہر پہ عباسؑ ذی حشم
اک ہاتھ میں ہے تیغ تو اک ہاتھ میں علم
رہ رہ کے وار کرتے ہیں گو بانیِ ستم
مثلِ ستونِ کعبہ جمے ہیں مگر قدم
کیں لاکھ کوششیں کہ ہٹا دیں فرات سے
سرکے نہ خضرؑ چشمۂ آبِ حیات سے

۳۵

کرتا تھا سرکشی جو کوئی خانماں خراب
ہوتی تھی جا کے تیغ اُسی سر پہ کامیاب
آتی تھی تا زمیں وہ اِسی واسطے شتاب
پابندِ شرع تھی نہ ملا بہرِ غسل آب
خونِ نجس جو پڑتا تھا پیہم جبیں پر
کرتی تھی بار بار تیمّم زمین پر

۳۶

آئی وطن سے شاہِ حجازی کے ساتھ ساتھ
عباسؑ سے دلاور و غازی کے ساتھ ساتھ
تھی رحمدل بھی دستِ درازی کے ساتھ ساتھ
جب سے بنی رہی یہ نمازی کے ساتھ ساتھ
قائم وہی تھا خم جو پڑا تھا شروع میں
جیسے حبیبؑ ابنِ مظاہر رکوع میں

۳۷

سیکھے تھے ذوالفقار سے یہ جنگ کے ہنر
ہر وقت شاہِ دیں کی حفاظت پہ تھی نظر
رکھتے تھے ساتھ حضرتِ عباسؑ نامور
سچ تو یہ ہے کہ ہوتا ہے صحبت کا بھی اثر
جس وقت حکم مل گیا تیار ہو گئی
عباسؑ کی طرح سے وفادار ہو گئی

۳۸

تنہا اِدھر تھی سیکڑوں کے درمیاں اُدھر
رہبر اِدھر تھی راہ زنِ کارواں اُدھر
گر نور پاش اِدھر تھی تو آتش فشاں اُدھر
شانِ بہار اِدھر تھی تو شکلِ خزاں اُدھر
تھے جن کے دل میں خار اُنھیں یہ داغ رہ گیا
باغی تمام کٹ گئے اور باغ رہ گیا

۳۹

حیرت سے پوچھتے ہیں یہ آپس میں فتنہ گر
کیوں بھائیو وہ موت کی قاصد گئی کدھر
کس کس کے نام اجل کے ہیں خط یہ نہیں خبر
ڈھونڈیں کہاں کہ کام تو کرتی نہیں نظر
قائم ہیں اب نہ ہوش نہ آنکھوں میں نور ہے
تلوار ہے کہ صاعقۂ کوہِ طور ہے

۴۰

وہ آگ لگ رہی ہے کہ بجھتی نہیں بجھائے
دریا تو خوں سے بھر گیا پانی کہاں سے آئے
کچھ ناریوں کو دیکھ لیا ہے قدم جمائے
چلا رہی ہے موت کوئی بھاگنے نہ پائے
میں کاتبِ عمل سے ابھی مل کے آئی ہوں
پروانہ اِن کے واسطے دوزخ کا لائی ہوں

۴۱

دریائے خوں میں ہے وہ تلاطم کہ الاماں
پھرتا ہے یوں لئے ہوئے رہوارِ خوش عناں
جیسے جنابِ نوحؑ کی کشتی رواں دواں
کہتے ہیں دل ہی دل میں یہ عباسؑ نوجواں
سمجھانے پر بھی ڈر ہے نہ تن کا نہ روح کا
یہ اُمتِ نبیؐ نہیں بیٹا ہے نوح کا

۴۲

فوجیں غرض بھگا کے علمدار نامور
گھوڑے سے اُترے پیار کیا ہاتھ پھیر کر
مشکیزہ کھولا پیاسی سکینہ کا نہر پر
پانی بھرا کھڑے ہوئے کی ہر طرف نظر
دیکھا کہ بند ہوگئیں راہیں خیام کی
چھائی ہے چار سمت گھٹا فوجِ شام کی

۴۳

ہے شور دیکھو بچ کے نہ جائے یہ نوجواں
مشکیزہ چھین لو، کوئی کہتا ہے بد زباں
تانے ہوئے ہیں سامنے بے درد برچھیاں
گوشوں میں ہیں لئے ہوئے ناوک فگن کماں
آتا نہیں نظر کوئی رستہ دلیر کو
گھیرے ہوئے ہیں نہر پہ روباہ شیر کو

۴۴

یہ حال دیکھتے ہی جری کو ہوا خیال
اپنی تو فکر کچھ نہیں پانی کا ہے سوال
ممکن ہے راہ دیکھتے ہوں شاہِ خوش خصال
بیٹھے سنبھل کے پشتِ فرس پر بصد جلال
اس مرتبہ جو غیظ میں حملوں پہ آ گئے
جبریل گو ملک تھے مگر تھرتھرا گئے

۴۵

سَر تا قدم ہے لشکرِ خانہ خراب سُرخ
ڈھالوں پہ ہے گماں کہ اُٹھا ہے سحاب سُرخ
موجیں تمام سُرخ ہیں اک اک حباب سُرخ
ساحل ہے سُرخ اور تہ ساحل ہے آب سرخ
اتنا کبھی نہ خون بہا کائنات میں
جیسے کسی نے آگ لگا دی فرات میں

۴۶

بڑھ بڑھ کے وار غیظ میں کرتے ہیں دَم بہ دَم
اِس وقت کا جلال نہیں مرتضٰیؑ سے کم
ڈوبے ہوئے ہیں خون میں لشکر کے کُل علم
فرما رہے ہیں دیکھ کے شاہنشاہِ اُمم
طاقت خدا کے فضل سے تم میں علیؑ کی ہے
عباسؑ ہاتھ روک لو اُمّت نبیؐ کی ہے

۴۷

آخر کچھ انتہا ہے لڑائی کی یا نہیں
باقی زمیں رکھو گے ترائی کی یا نہیں
آواز سن رہے ہو دُہائی کی یا نہیں
کچھ فکر بھی ہے اب تمہیں بھائی کی یا نہیں
عباسؑ وقت کم ہے مناسب ہے غور بھی
لکھے ہوئے ہیں فردِ شہادت میں اور بھی

۴۸

دل میں ہمارے اب نہیں گنجائشِ اَلم
لاشوں پہ لاشے صبح سے دیکھے ہیں دم بہ دم
بینائی روتے روتے بہت ہوگئی ہے کم
دن چھپ گیا اگر تو کہیں کے رہے نہ ہم
مقتل میں جبکہ روشنی پائی نہ جائیگی
اکبرؑ کی لاش ہم سے اُٹھائی نہ جائیگی

۴۹

مجھکو یہ فکر ہے کہ قریب آرہی ہے شام
باقی ابھی کئی ہیں بہتر میں تشنہ کام
فہرست رہ نہ جائے شہیدوں کی ناتمام
عباسؑ اب تو جیسے رُکے روک لو حُسام
بھیا اندھیرا چھا گیا اگر کائنات میں
کیونکر چھدیگی گردنِ بیشیر رات میں

۵۰

عباسؑ تم امام نہیں تم کو کیا خبر
اِس امتحان پہ کب سے ہے اللہ کی نظر
کعبہ بنانے والوں نے تعجیل کی مگر
وہ بات حق نے ٹال دی دُنبے کو بھیج کر
تعمیل روک دی گئی اس کارِ نیک کی
قربانی دے رہے تھے براہیم ایک کی

۵۱

وہ بات بڑھ کے ختمِ نبوت تک آ گئی
بعدِ نبیؐ حدودِ امامت تک آ گئی
قرآں میں اُس کی صاف وضاحت تک آ گئی
انجامِ کار میری شہادت تک آ گئی
آج امتحان ختم ہے ربِّ کریم کا
یہ آخری مقام ہے ذبحِ عظیم کا

۵۲

بس اتنا وقت چھوڑ دو اے بازوئے امام
ہو جائیں یہ شہید مرے اقربا تمام
پھر اُس کے بعد باقی ہے اک اور خاص کام
دربارِ کبریا میں بصد عجز و احترام
مُنھ اپنا سوئے عرشِ معلّٰی کئے ہوئے
حق سے کہوں گا لاشۂ اصغرؑ لئے ہوئے

۵۳

اے امتحان والے مرا امتحان دیکھ
دو دن کے بھوکے پیاسے شہیدوں کی شان دیکھ
تجھ پر نثار ہو گیا کڑیل جوان دیکھ
قرباں ہو کے رہ گئی ننھی سی جان دیکھ
یہ بے زباں ہے اور وہ شبیہِ رسولؐ ہے
اب اِن میں کون سا تجھے فِدیہ قبول ہے

۵۴

بندہ ہوں تیرا مجھ کو ہے تیری رضا سے کام
جو کچھ تھا تیرا حکم وہ تعمیل کی تمام
قربانیوں کا سِلسلہ ٹوٹا نہ تا بہ شام
جُز صبر و شکر تو نے سُنا اور کچھ کلام؟
غلطاں ہے رن میں لاشۂ اکبر زمین پر
مالک مرے شکن تو نہیں ہے جبین پر

مرثیہ ۳

خدا پسر دے تو دے بنت مرتضیٰ کی طرح

درحال جناب عون و محمد علیہما السّلام

یہ جا کے کہہ دو شہ کائنات سے پہلے
کہ فتح شام کو کرنا ہے رات سے پہلے

۱

خدا پسر دے تو دے بنتِ مرتضٰیؑ کی طرح
جو صبر و شکر میں ہوں شاہِ کربلا کی طرح
وفا میں حضرتِ عباسؑ با وفا کی طرح
اگر لڑیں تو لڑیں شیرِ کبریا کی طرح
چلائیں تیغ تو فوجیں دُہائی دینے لگیں
عَلم اُٹھائیں تو جعفرؑ دکھائی دینے لگیں

۲

ادب پسند صداقت نواز نیک شعار
شبیہِ جعفرِ طیّار و حیدرؑ کرّار
نواسے بنتِ پیمبرؐ کے صادق الاقرار
جلالِ حضرتِ عباسؑ کے امانت دار
وحیدِ صبر و رضا ہیں یہ دونوں نور العین
جو چُپ رہیں تو حسنؑ ہیں جواب دیں تو حسینؑ

۳

یہ کمسنی کا زمانہ اور اُس پہ اتنے نڈر
زِرہ کی جن کو ضرورت نہ حاجتِ بکتر
نہ ہاتھ میں کوئی نیزہ نہ پُشت پر ہے سپر
بس اپنے جھومتے پھرتے ہیں تیغے لیکر
رضائے شہ کے سوا اور کوئی فکر نہیں
زبان خشک ہے اور تشنگی کا ذکر نہیں

۴

اِنھیں ہوا ہے نہ ہوگا خیالِ اہلِ ستم
جہاں پہ جم گئے بس جم گئے وہیں پہ قدم
خدا رکھے اِنھیں یہ حال اور عمریں کم
ثبوت دیتے ہیں میدان سے ہٹیں گے نہ ہم
پیادہ پارہِ دشتِ وغا کو طے کر دیں
جو راہوار ملیں بھی تو اُن کو پے کر دیں

۵

عزیز رکھتے ہیں اِن کو بہت شہِ والا
سِکھائے حضرتِ عباسؑ نے فنِ اعلیٰ
جنابِ ثانیِ زہراؑ نے گود میں پالا
کبھی حسینؑ نے اِن کا کہا نہیں ٹالا
ہر ایک وقت اجازت تھی التجا کے لئے
یہ پہلا دن ہے جو سنتے نہیں وغا کے لئے

۶

اور اِن کا حال یہ ہے مضطرب ہیں بہرِ جدال
ہر ایک محوِ تحیّر ہے دیکھ کر سن و سال
بجز عَلم نہیں کچھ اور ان کے دل میں خیال
طرح طرح کے کنائے طرح طرح کے سوال
کبھی یہ پوچھنا چپکے سے گوشِ مادر میں
ہمارے نانا کا کیا سن تھا جنگِ خیبر میں

۷

ذرا ذرا سے قدموں پہ بڑے بڑے ارماں
یہ حسرتیں کہ ملے ہم کو فوجِ حق کا نشاں
کبھی یہ مصلحتاً پوچھنا کہ کیوں امّاں
کب اپنی فوج مرتب کرینگے شاہ زماں
یہ کہنا بچوں کا زینبؑ کہیں بُھلا دینگی
علم اُٹھا کے دکھادیں تو آپ کیا دینگی

۸

کہا یہ ماں نے کہ اللہ یہ تمہاری مجال
بغیر میری اجازت کے اور عَلم کا سوال
نہ بھائیوں کا لحاظ اور نہ ماموؤں کا خیال
یہ کم سِنی کا زمانہ تمہارا اور یہ حال
نہ آیا خوف یہ در پردہ التجا کرتے
ذرا بڑے کہیں ہوتے تو جانے کیا کرتے

۹

ہٹو یہ سُننا نہیں چاہتی میں بات فضول
عَلم کو چھوڑ کے ہر التجا تمہاری قبول
یہ غیر منصفی دانستہ اور بنتِ بتولؑ
نہ چھوڑے جائیں گے مجھ سے رسولؐ حق کے اصول
علیؑ کو رنج دوں اُم البنیں کو غم دیدوں
میں اپنے بھائیؑ کے ہوتے تمہیں عَلم دیدوں

۱۰

یہ سُن کے کہنے لگے ماں سے وہ بلند مقام
مجال کیا جو کریں عذر آپ سے یہ غلام
بہ دلِ ہمارے سر آنکھوں پہ آپ کے یہ کلام
مگر یہ غور بھی فرمائیں دل میں بنتِ امام
کہا تھا آپ ہی نے یہ علیؑ کے بارے میں
کہ چیرا کلّہ اژدر کو گاہوارے میں

۱۱

زمانہ جھولنے کا اور یہ امتحان کڑے
ہم اپنے نانا کے اُس سِن سے تو بہت ہیں بڑے
وہاں سے پھر نہ ہٹیں گے جہاں پہ جاکے اڑے
مجال کیا ہے کسی کی جو کوئی ہم سے لڑے

خیال آپ کو بے وجہ پیش ولیں کے ہیں
وہ شیر خوار تھے ہم آٹھ دس برس کے ہیں

۱۲

کہا یہ ماں نے کہ بس میرے پاس سے ہٹ جاؤ
تمہیں جو کہنا ہے مجھ سے وہ شاہِ دیں کو بتاؤ
تمہارا جتنا ہے نانا پہ حق بس اُتنا جتاؤ
عَلم کو دیکھ کے حسرت سے میرا دل نہ دُکھاؤ

ابھی تو سن بھی ہے کم قد میں بھی ذرا سے ہو
علیؑ کے بیٹے ہیں عباسؑ تم نواسے ہو

۱۳

پسند مجھکو نہیں ایسی گفتگو زنہار
علاوہ کانوں میں ہوتے ہیں مشورے ہر بار
عبث ہیں مجھ سے یہ باتیں فضول ہے اصرار
ذرا میں پوچھ اُٹھیں گر امامِ عرش وقار

تمہیں خبر نہیں کیوں میں نے تم کو ٹوکا ہے
کہیں حسینؑ نہ سمجھیں بہن نے روکا ہے

۱۴

نہ جانے کب شہِ مظلوم یاد فرمائیں
اب اتنا وقت کہاں ہے جو تم کو بلوائیں
عزیز و اقربا جب سامنے نظر آئیں
تمہیں بتاؤ کہ کیا ہو تمہیں نہ جب پائیں

یہاں پہ آ گئے کیوں میرے بے بُلائے ہوئے
وہیں کھڑے رہو تم تیغے لگائے ہوئے

۱۵

یہ سُن کے کہنے لگے ماں سے وہ بلند اختر
سِنوں پہ غور عبث ہے عبث قدوں پہ نظر
ہمارے نانا وہ ہیں جن کو کہتے ہیں حیدرؑ
حضور دیکھیں اجازت وغا کی دلوا کر
قدم اُکھاڑ دیں ہر فوج ہر رسالے کے
نواسے ہیں درِ خیبر اُٹھانے والے کے

۱۶

زمانہ جانتا ہے ہم کو کیا کریں اظہار
مِلا ہے یہ ہمیں ماں باپ کی طرف سے وقار
خدا کے فضل سے نانا ہیں حیدرؑ کرّار
ہمارے دادا کو پوچھو تو جعفرؑ طیّار
وہ جد ہمارے تھے ہم اُن کے پوتے آئے ہیں
ہمارے گھر میں علمدار ہوتے آئے ہیں

۱۷

ہیں کائنات پہ غالب غلامِ شاہِ اُمم
جلالِ فاتحِ بیرالعلم کی ہمکو قسم
کہو نشیب و فرازِ زمیں بدل دیں ہم
کہ نہر آن کے چومے ہماری ماں کے قدم
ترائی کُشتوں سے کچھ اس طرح پہ بھر دیں گے
رُخِ فرات سوئے خیمہ گاہ کر دیں گے

۱۸

مقابل آنہ سکے گی عدو کی فوجِ گراں
ہمارے بازوؤں میں ہے علیؑ کی تاب و تواں
چمک کے تیغے دریا جبکہ ہوں گے رواں
یہ شام و کوفہ کے بے آبرو رُکیں گے کہاں
بھگائیں ایسا کہ رستے میں دم لعین نہ لیں
حضور دودھ نہ بخشیں جو نہر چھین نہ لیں

۱۹

خدا نے چاہا تو وہ طاقتیں دکھائیں گے ہم
ہوئی ہیں جو کہ خدا کی طرف سے ہم کو بہم
علیؑ کا نام جو لیں گے تو خود اُٹھے گا علم
ہوا کے دوش پہ جیسے کہ مرتضیٰ کے قدم
نشاں کے ساتھ ہوں ہم نیمچے نکالے ہوئے
چلیں پھریرے کو روح الامیں سنبھالے ہوئے

۲۰

یہ سُن کے ماں نے کیا پیار اور یہ فرمایا
رہے تمہارے سروں پر حسینؑ کا سایہ
کمر کسی نے عمامہ کسی نے بندھوایا
درِ خیام تک اہلِ حرم نے پہونچایا
دِکھائی دیتے تھے ننھے سپاہی کتنے بھلے
سنبھالتے ہوئے چھوٹے سے نیمچے جو چلے

۲۱

نکل کے خیمہ سے باہر جب آئے وہ گلفام
کیا ادب سے شہنشاہِ دوسرا کو سلام
کھڑی تھیں پشت پہ خیمہ کی زینبؑ ناکام
جہادِ حق کے لئے اِذن دے کے بولے امام
لڑائی ایسی لڑو نام چار سُو ہو جائے
بہے وہ خون کہ اسلام سُرخ رو ہو جائے

۲۲

سُنا جو ماں نے کہ بیٹوں کو مل گئی ہے رضا
بُلا کے دونوں کو بولیں رہے خیال ذرا
سُنوں گی خیمہ کے در پر میں آ کے وقتِ وغا
کدھر سے آتی ہے پہلے دہائیوں کی صدا
پڑے کدھر کی طرف پہلے ٹوٹ جاتے ہیں
حسینؑ بڑھ کے کسے گود میں اُٹھاتے ہیں

۲۳

نہ لڑنا ایک جگہ پر میانِ دشتِ مصاف
یہ ہے شجاعتِ شیرِ خدا کے گھر کے خلاف
کچھ ایسی شکل سے آپس میں بانٹنا اطراف
دِکھائی دیتا رہے میمنہ سے میسرہ صاف
چلو تو دونوں طرف تیرِ بے اماں کی طرح
سپاہ بیچ میں ہو چلّہ کماں کی طرح

۲۴

وہ رن پڑے کہ نظر آئیں خون کے دھارے
بلند تا بہ فلک ہوں لہو کے فوّارے
دکھائی دینے لگیں فوجِ شام کو تارے
تمام کوفے میں ہلچل ہو خوف کے مارے
کسی طرح کی کمی قتلِ عام میں نہ رہے
کوئی چراغ جلانے کو شام میں نہ رہے

۲۵

یہ سُن کے ماں سے جو آئے ہیں رن میں بے وسواس
بڑے بڑوں کے اُڑے جا رہے ہیں ہوش و حواس
بالاتفاق یہ کہتے ہیں سب ستارہ شناس
یہ جنگ آ نہیں سکتی کبھی یزید کو راس
برائے شام قیامت کے باب نکلے ہیں
کہ ایک بُرج سے دو آفتاب نکلے ہیں

۲۶

یہ بچے شمر کی جانب جو ناگہاں آئے
تو اُس نے بڑھ کے کہا تم یہاں کہاں آئے
جہاں نہ خوف سے رُستم سا پہلوان آئے
کہا یہ بچّوں نے ہم کھیلتے یہاں آئے
جو پوچھا نیچوں کو بولے اِن سے کام بھی ہے
ہمارے کھیل کا ایک نام قتلِ عام بھی ہے

۲۷

علاوہ اس کے دیا صلح کا وہ تم نے جواب
کہ سن کے ہو گئے عباسؑ نامور بیتاب
اڑے ہوئے ہیں اُسی اپنی ضد پہ خانہ خراب
یہ حکم مان لیں کیسے امامِ عرش مآب
گوارا شاہِ اُمم بدعتِ شدید کریں
نبیؐ کے نورِ نظر بیعتِ یزید کریں

۲۸

اب ایسی بات سنی پھر تو یہ خیال رہے
نہ تم رہو نہ یزیدِ زبوں خصال رہے
سزا تمہارے لئے وہ دمِ جدال رہے
کہ یاد تا بہ قیامت تمہیں مآل رہے
حقیقتاً یہ زمانہ نہیں شرافت کا
جواب تیغ سے دیں گے سوالِ بیعت کا

۲۹

عجیب جنگ کا دو نیمچوں سے ہے عالم
جو اک نے کاٹ دیئے سر تو دوسرے نے قدم
زمیں پہ حشر زیادہ ہے آسماں پہ کم
سوال یہ ہے کہاں بچ کے جائیں اہلِ ستم
سوار موت کے اسباب ہر لعین پہ ہیں
اک آسماں پہ بجلی ہے دو زمین پہ ہیں

۳۰

لعین کہتے ہیں ڈھالوں سے اپنے منہ کو چھپائے
کوئی بچائے تو تختِ یزید کیسے بچائے
چمک جہاں بھی پڑے نیمچوں کی آگ لگائے
یہ برقِ طور نہیں ہے جو طور پر رہ جائے
شعاعیں چار طرف ڈھونڈتی پھری ہوں گی
ضرور شام پہ یہ بجلیاں گری ہوں گی

۳۱

یہ نیچے غضب کردگار بن کے چلے
علیؑ کے بچپنے کی یادگار بن کے چلے
عجیب شان سے مرحب شکار بن کے چلے
جو دونوں مل گئے تو ذوالفقار بن کے چلے
علیؑ کی طرح سے جب عونؑ بڑھ کے جاتے ہیں
کواڑ قلعۂ خیبر کے تھرتھراتے ہیں

۳۲

ہزار جان بچائی اِدھر اُدھر بھاگے
نہ بھاگنے کی قسم کھائی تھی مگر بھاگے
جو شام و کوفہ میں تھے سب سے نامور بھاگے
جواب دے گئے پاؤں اگر تو سر بھاگے
بس انتہا ہے کہ مُنھ تن سے روح موڑ گئی
ازل سے ساتھ جو آئی تھی ساتھ چھوڑ گئی

۳۳

کہا بڑے نے یہ چھوٹے سے ہے یہ فکر اس دم
جب اپنے نیچوں پر رکھ کے فوج ظلم و ستم
اگر بھگاتے ہوئے دور تک نکل گئے ہم
کہیں تلاش نہ کرتے پھریں شہِ عالم
یہ جا کے کہہ دو شہِ کائنات سے پہلے
کہ فتح شام کو کرنا ہے رات سے پہلے

۳۴

بپا ہے عونؑ و محمدؑ کی جنگ سے محشر
سحر سے بھاگتا پھرتا ہے شام کا لشکر
میں تھوڑی دیر سے یہ حال دیکھتا ہوں مگر
نجف کی سمت اب اُٹھنے لگی ہے اُنکی نظر
اُدھر کو فوجِ عدو بے قیاس ہے ساقی
ترے نواسوں کو دو دن کی پیاس ہے ساقی

۳۵

لبوں پہ آگئی ہے جان پیاس کا ہے یہ حال
مگر کسی سے نہیں ایک بوند کا بھی سوال
یہ صابرہ کے نواسے ہیں صابرہ کے ہیں لال
انھیں ہے اپنے گھرانے کی آبرو کا خیال
ذرا سے سن میں بڑے بُردبار ہیں ساقی
ترے مزاج کے آئینہ دار ہیں ساقی

۳۶

قدم بڑھا کے ہٹانے کو جانتے ہیں یہ ننگ
زبانِ خشک میں کانٹے پڑے ہیں زرد ہے رنگ
مگر یہ اپنے گھرانے کا چھوڑتے نہیں ڈھنگ
انھیں کا کام ہے سولہ پہر کی پیاس میں جنگ
بڑے غیور ہیں تو بھی ہے آشنا ساقی
قسم حسینؑ کی دے کر انھیں پلا ساقی

۳۷

وہ جس کا ہاتھ ہے قبضے پہ ابروؤں پہ شکن
شبیہ کہتے تھے جعفرؑ کی اس کو اہلِ وطن
جلال مثلِ علیؑ صبر مثلِ شاہِ زمنؑ
بڑا بزرگ ہے اس شاہزادے کا بچپن
نہ جانتا ہو اسے ایسا کون ہے ساقی
بڑا نواسہ یہ زہراؑ کا عون ہے ساقی

۳۸

ہیں دونوں بھائی نہایت سخی نماز گزار
ذرا سی عمر میں جن کا بڑے بڑوں میں شمار
میں اتنا جانتا ہوں اے مرے بلند وقار
ہیں تیرے میکدے میں جمع جس قدر میخوار
سُنیں گے چھوٹے جو میکش کا نام اے ساقی
درود پڑھنے لگیں گے تمام اے ساقی

۳۹

مجھے بس اِس کے سوا اور کچھ نہیں مطلب
یہ حال ننھے سے بچوں کا رن میں دیکھیں گے جب
کہیں گے صاحبِ اولاد دل میں ہائے غضب
نواسا ساقیِ کوثر کا اور تشنہ لب
یہ میکدے میں خبر ہو گی جب بیاں ساقی
صراحی روئیگی لے لے ہچکیاں ساقی

۴۰

ابھی لڑائی بہت رہ گئی ہے وقت ہے کم
ذرا ٹھہر ترے میخانے میں پھر آئیں گے ہم
وہ دیکھ بھاگی ہوئی لوٹ آئی فوجِ ستم
کیا وہ عونؑ و محمدؑ نے نیمچوں کو علم
وہ جنگ چھڑ کے لعینوں کے دل ہلانے لگی
دہائیوں کی صدا ہر طرف سے آنے لگی

۴۱

گئے یہ جن کی طرف نیمچے اُٹھائے ہوئے
قدم اُکھڑ گئے اُن کے جمے جمائے ہوئے
نکل کے آتے ہیں جتنے چھپے چھپائے ہوئے
دِکھائی دیتے ہیں سب خون میں نہائے ہوئے
خدا کی شان ہے شور ان کا چارسُو ہو جائے
کسی کا خون ہوا اور کوئی سُرخ رو ہو جائے

۴۲

سپاہِ شام میں مارے گئے جو حد سے سوا
یہ ابنِ سعد سے شمرِ لعیں نے جا کے کہا
تجھے خبر بھی ہے کچھ حال کیا ہے لشکر کا
خبر یزید کو اب کِس کے ہاتھ بھیجے گا
یہاں پہ جتنے تھے مُخبر وہ سب پڑے ہیں مرے
نہ قاصدے، نہ صبائے، نہ مُرغِ نامہ برے

۴۳

یہ سُن کے رنج ہوا ابنِ سعد کو بے حد
اِدھر اُدھر سے منگائی گئی کچھ اور مدد
سبھوں نے گھیر لیا چار سمت باندھ کے حد
غرض کہ ٹوٹ پڑے کم سِنوں پہ اہلِ حسد
وہ زخم کھائے کہ بیتاب ہو گئے دونوں
زمیں پہ ماہیِ بے آب ہو گئے دونوں

۴۴

اُٹھا کے لائے جو دونوں کو خیمہ گاہ میں شاہ
خبر یہ فِضّہ نے زینبؑ کو جا کے دی ناگاہ
کہ رن سے آ گئے بی بی تمہارے غیرتِ ماہ
قریب آئیں تو دیکھا بہت ہے حال تباہ
جواب دے گئے ہوش و حواس بیٹھ گئیں
جگر کو تھام کے دونوں کے پاس بیٹھ گئیں

۴۵

بلائیں لے کے یہ پوچھا کہ ماں ہو تم پہ نثار
کراہتے ہو یہ کیوں لے کے کروٹیں ہر بار
جگر میں درد ہے یا ہو گیا ہے سینہ فگار
کلیجہ ماں کا ہے آتا نہیں ہے صبر و قرار
خدا نہ کردہ محبت تمام کرتے ہو
یہ کیوں اشاروں سے مجھ کو سلام کرتے ہو

۴۶

چلے ہو روٹھ کے کیا تم بھی سوئے ملکِ عدم
ہمارے ٹوٹے ہوئے دل پہ یہ ستم پیہم
اُدھر ہے بھائی کی فکر اور اِدھر تمہارا غم
تمہاری یاد جب آئیگی کیا کریں گے ہم
یہ سُن کے ہچکیاں لیں مُنھ ہر اک سے موڑ گئے
تمام اہلِ حرم کو تڑپتا چھوڑ گئے

۴۷

دُہائی دینے لگیں رو کے زینبؑ مضطر
لو اُجڑی کوکھ مری چُھٹ گئے سفر میں پسر
پدر کو اِن کے میں کیا منھ دکھاؤں گی جا کر
یہ کِس زباں سے کہوں گی کہ مر گئے دلبر
جو بیبیاں اُنھیں دینے کو پُرسہ آتی تھیں
تو رو کے زینبِؑ مضطر اُنھیں سُناتی تھیں

۴۸

مِری نگاہ میں اب تک وہ پھر رہا ہے سماں
سحر کو ہوتی تھی جب مسجدِ نبی میں اذاں
ہمیشہ تھا یہی بعدِ نماز وردِ زباں
دُعائے خیر بہ درگاہِ خالقِ دو جہاں
عدولِ حکمی معبودِ بے نیاز نہ کی
قضا تو کر گئے لیکن قضا نماز نہ کی

مرثیہ

جب دشتِ کربلا میں اذانِ سحر ہوئی

در حال جناب زہیرِ قینؑ علیہ السلام

پیری نہ کیسے باعثِ فخرِ شباب ہو
ہوتی ہے تیز جتنی پُرانی شراب ہو

۱

جب دشتِ کربلا میں اذانِ سحر ہوئی
مصروفِ حمد فوجِ شہِ بحر و بر ہوئی
انصار و اقربا کی خدا پر نظر ہوئی
مولا کی آنکھ دیکھ کے پیاسوں کو تر ہوئی
پانی نہ مل سکا جو شہِ سرفراز کو
سب نے کئے زمیں پہ تیمم نماز کو

۲

آآ کے بیٹھتے گئے پیچھے امام کے
تلواریں سب کے پہلو میں تھیں بے نیام کے
ہتھیار آس پاس رکھے تھے تمام کے
پابند حکم میں شہ عالی مقام کے
دل تھے سبھوں کے طاعتِ رب میں پڑے ہوئے
قدقامت الصلوٰۃ پہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے

۳

ہر ایک ذی وقار و وفادار و سرفراز
نیت سبھوں کی ہے عقبِ سرورِ حجاز
اے مالکِ زمین و زماں ربِّ کارساز
پڑھتے ہیں آج صبح کی ہم آخری نماز
عظمت لکھی ہوئی ہے اگر سرنوشت میں
ظُہرین کی نماز پڑھیں گے بہشت میں

۴

ایک ایک ہے عبادتِ ربِّ ودود میں
ارکان بندگی کے ہیں اپنی حدود میں
دِل سے لگے ہوئے ہیں قیام و قعود میں
سوکھے لبوں پہ رَبِّیَ الاَعلیٰ سجود میں
دل مطمئن ہیں مصلحتِ بے نیاز پر
قربان ہو رہے ہیں فرشتے نماز پر

۵

کہتے ہیں جس کو مرضیِ قیّوم وہ نماز
جس میں تمام صابر و مظلوم وہ نماز
جس سے کہ انبیاؑء رہے محروم وہ نماز
جس کا امام پانچواں معصوم وہ نماز
وہ صبح وہ نماز شہِ مشرقین کی
صف بوترابیوں کی امامت حسینؑ کی

۶

فارغ فریضۂ سحری سے ہوئے جو سب
کرنے لگے خدا سے دُعائیں یہ تشنہ لب
اے کارسازِ کون و مکاں دوجہاں کے رب
اِس آرزو میں ہم نے گزاری ہے ساری شب
خوش تو ہو، تیری فاطمہؑ، تیرا حبیبؐ ہو
شبیرؑ کے قدم پہ شہادت نصیب ہو

۱۱

زمانہ جھولنے کا اور یہ امتحان کڑے
ہم اپنے نانا کے اُس سن سے تو بہت ہیں بڑے
وہاں سے پھر نہ ہٹیں گے جہاں پہ جا کے اڑے
مجال کیا ہے کسی کی جو کوئی ہم سے لڑے
خیال آپ کو بے وجہ پیش و پس کے ہیں
وہ شیر خوار تھے ہم آٹھ دس برس کے ہیں

۱۲

کہا یہ ماں نے کہ بس میرے پاس سے ہٹ جاؤ
تمہیں جو کہنا ہے مجھ سے وہ شاہِ دیں کو بتاؤ
تمہارا جتنا ہے نانا پہ حق بس اُتنا جتاؤ
علم کو دیکھ کے حسرت سے میرا دل نہ دُکھاؤ
ابھی تو سن بھی ہے کم قد میں بھی ذرا سے ہو
علیؑ کے بیٹے ہیں عباسؑ تم نواسے ہو

۱۳

پسند مجھ کو نہیں ایسی گفتگو زنہار
علاوہ کانوں میں ہوتے ہیں مشورے ہر بار
عبث ہیں مجھ سے یہ باتیں فضول ہے اصرار
ذرا میں پوچھ اُٹھیں گر امامِ عرش وقار
تمہیں خبر نہیں کیوں میں نے تم کو ٹوکا ہے
کہیں حسینؑ نہ سمجھیں بہن نے روکا ہے

۱۴

نہ جانے کب شہِ مظلوم یاد فرمائیں
اب اتنا وقت کہاں ہے جو تم کو بلوائیں
عزیز و اقربا جب سامنے نظر آئیں
تمہیں بتاؤ کہ کیا ہو تمہیں نہ جب پائیں
یہاں پہ آ گئے کیوں میرے بے بلائے ہوئے
وہیں کھڑے رہو تم نیچے لگائے ہوئے

۱۵

یہ سُن کے کہنے لگے ماں سے وہ بلند اختر
سِنوں پہ غور عبث ہے عبث قدوں پہ نظر
ہمارے نانا وہ ہیں جن کو کہتے ہیں حیدرؑ
حضور دیکھیں اجازت وغا کی دلوا کر
قدم اُکھاڑ دیں ہر فوج ہر رسالے کے
نواسے ہیں درِ خیبر اُٹھانے والے کے

۱۶

زمانہ جانتا ہے ہم کو کیا کریں اظہار
مِلا ہے یہ ہمیں ماں باپ کی طرف سے وقار
خدا کے فضل سے نانا ہیں حیدرؑ کرّار
ہمارے دادا کو پوچھو تو جعفرؑ طیّار
وہ جد ہمارے تھے ہم اُن کے پوتے آئے ہیں
ہمارے گھر میں علمدارؑ ہوتے آئے ہیں

۱۷

ہیں کائنات پہ غالب غلامِ شاہِ اُمم
جلالِ فاتحِ بیرالعلم کی ہمکو قسم
کہو نشیب و فرازِ زمیں بدل دیں ہم
کہ نہر آن کے چومے ہماری ماں کے قدم
ترائی کُشتوں سے کچھ اس طرح پہ بھر دیں گے
رُخِ فرات سوئے خیمہ گاہ کر دیں گے

۱۸

مقابل آ نہ سکے گی عدو کی فوجِ گراں
ہمارے بازوؤں میں ہے علیؑ کی تاب و تواں
چمک کے نیچے دریا جبکہ ہوں گے رواں
یہ شام و کوفہ کے بے آبرو رُکیں گے کہاں
بھگائیں ایسا کہ رستے میں دم لعین نہ لیں
حضور دودھ نہ بخشیں جو نہر چھین نہ لیں

۱۹

خدا نے چاہا تو وہ طاقتیں دکھائیں گے ہم
ہوئی ہیں جو کہ خدا کی طرف سے ہم کو بہم
علیؑ کا نام جو لیں گے تو خود اُٹھے گا علم
ہوا کے دوش پہ جیسے کہ مرتضیٰ کے قدم
نشاں کے ساتھ ہوں ہم تیغے نکالے ہوئے
چلیں پھریرے کو روح الامیںؑ سنبھالے ہوئے

۲۰

یہ سُن کے ماں نے کیا پیار اور یہ فرمایا
رہے تمہارے سروں پر حسینؑ کا سایہ
کمر کسی نے عمامہ کسی نے بندھوایا
درِ خیام تک اہلِ حرم نے پہونچایا
دِکھائی دیتے تھے ننھے سپاہی کتنے بھلے
سنبھالے ہوئے چھوٹے سے تیغے جو چلے

۲۱

نکل کے خیمہ سے باہر جب آئے وہ گلفام
کیا ادب سے شہنشاہِ دوسرا کو سلام
کھڑی تھیں پشت پہ خیمہ کی زینبؑ ناکام
جہادِ حق کے لئے اِذن دے کے بولے امام
لڑائی ایسی لڑو نام چار سُو ہو جائے
بہے وہ خون کہ اسلام سُرخ رو ہو جائے

۲۲

سُنا جو ماں نے کہ بیٹوں کو مل گئی ہے رضا
بُلا کے دونوں کو بولیں رہے خیال ذرا
سُنوں گی خیمہ کے در پر میں آ کے وقتِ وغا
کدھر سے آتی ہے پہلے دہائیوں کی صدا
پڑے کدھر کی طرف پہلے ٹوٹ جاتے ہیں
حسینؑ بڑھ کے کسے گود میں اُٹھاتے ہیں

۲۳

نہ لڑنا ایک جگہ پر میانِ دشتِ مصاف
یہ ہے شجاعتِ شیرِ خدا کے گھر کے خلاف
کچھ ایسی شکل سے آپس میں بانٹنا اطراف
دِکھائی دیتا رہے میمنہ سے میسرہ صاف
چلو تو دونوں طرف تیرِ اماں کی طرح
سپاہ بیچ میں ہو چِلّۂ کماں کی طرح

۲۴

وہ رن پڑے کہ نظر آئیں خون کے دھارے
بلند تا بہ فلک ہوں لہو کے فوّارے
دکھائی دینے لگیں فوجِ شام کو تارے
تمام کوفے میں ہلچل ہو خوف کے مارے
کسی طرح کی کمی قتلِ عام میں نہ رہے
کوئی چراغ جلانے کو شام میں نہ رہے

۲۵

یہ سُن کے ماں سے جو آئے ہیں رن میں بے وسواس
بڑے بڑوں کے اُڑے جا رہے ہیں ہوش و حواس
بالاتفاق یہ کہتے ہیں سب ستارہ شناس
یہ جنگ آ نہیں سکتی کبھی یزید کو راس
برائے شام قیامت کے باب نکلے ہیں
کہ ایک بُرج سے دو آفتاب نکلے ہیں

۲۶

یہ بچّے شمر کی جانب جو ناگہاں آئے
تو اُس نے بڑھ کے کہا تم یہاں کہاں آئے
جہاں نہ خوف سے رُستم سا پہلوان آئے
کہا یہ بچّوں نے ہم کھیلتے یہاں آئے
جو پوچھا بچوں کو بولے اِن سے کام بھی ہے
ہمارے کھیل کا ایک نام قتلِ عام بھی ہے

۲۷

علاوہ اس کے دیا صلح کا وہ تم نے جواب
کہ سن کے ہوگئے عباسؑ نامور بیتاب
اڑے ہوئے ہیں اُسی اپنی ضد پہ خانہ خراب
یہ حکم مان لیں کیسے امامِ عرش مآب
گوارا شاہِ اُمم بدعتِ شدید کریں
نبیؐ کے نورِ نظر بیعتِ یزید کریں

۲۸

اب ایسی بات سنی پھر تو یہ خیال رہے
نہ تم رہو نہ یزیدِ زبوں خصال رہے
سزا تمہارے لئے وہ دمِ جدال رہے
کہ یاد تا بہ قیامت تمہیں مآل رہے
حقیقتاً یہ زمانہ نہیں شرافت کا
جواب تیغ سے دیں گے سوالِ بیعت کا

۲۹

عجیب جنگ کا دو نیمچوں سے ہے عالم
جو اک نے کاٹ دیئے سر تو دوسرے نے قدم
زمیں پہ حشر زیادہ ہے آسماں پہ کم
سوال یہ ہے کہاں بچ کے جائیں اہلِ ستم
سوار موت کے اسباب ہر لعیں پہ ہیں
اک آسمان پہ بجلی ہے دو زمین پہ ہیں

۳۰

لعین کہتے ہیں ڈھالوں سے اپنے مُنہ کو چھپائے
کوئی بچائے تو تختِ یزید کیسے بچائے
چمک جہاں بھی پڑے نیمچوں کی آگ لگائے
یہ برقِ طور نہیں ہے جو طور پر رہ جائے
شعاعیں چار طرف ڈھونڈتی پھری ہوں گی
ضرور شام پہ یہ بجلیاں گری ہوں گی

۳۱

یہ تیغے غضب کردگار بن کے چلے
علیؑ کے بچپنے کی یادگار بن کے چلے
عجیب شان سے مرحب شکار بن کے چلے
جو دونوں مل گئے تو ذوالفقار بن کے چلے
علیؑ کی طرح سے جب عونؑ بڑھ کے جاتے ہیں
کواڑ قلعۂ خیبر کے تھرتھراتے ہیں

۳۲

ہزار جان بچائی اِدھر اُدھر بھاگے
نہ بھاگنے کی قسم کھائی تھی مگر بھاگے
جو شام و کوفہ میں تھے سب سے نامور بھاگے
جواب دے گئے پاؤں اگر تو سر بھاگے
بس انتہا ہے کہ مُنھ تن سے روح موڑ گئی
ازل سے ساتھ جو آئی تھی ساتھ چھوڑ گئی

۳۳

کہا بڑے نے یہ چھوٹے سے ہے یہ فکر اس دم
جب اپنے نیزوں پہ رکھ کے فوج ظلم و ستم
اگر بھگاتے ہوئے دور تک نکل گئے ہم
کہیں تلاش نہ کرتے پھریں شہِ عالم
یہ جا کے کہہ دو شہِ کائنات سے پہلے
کہ فتح شام کو کرنا ہے رات سے پہلے

۳۴

بپا ہے عونؑ و محمدؑ کی جنگ سے محشر
سحر سے بھاگتا پھرتا ہے شام کا لشکر
میں تھوڑی دیر سے یہ حال دیکھتا ہوں مگر
نجف کی سمت اب اُٹھنے لگی ہے اُنکی نظر
اُدھر کو فوجِ عدو بے قیاس ہے ساقی
ترے نواسوں کو دو دن کی پیاس ہے ساقی

۳۵

لبوں پہ آگئی ہے جان پیاس کا ہے یہ حال
مگر کسی سے نہیں ایک بوند کا بھی سوال
یہ صابرہ کے نواسے ہیں صابرہ کے ہیں لال
انھیں ہے اپنے گھرانے کی آبرو کا خیال
ذرا سے سن میں بڑے بُردبار ہیں ساقی
ترے مزاج کے آئینہ دار ہیں ساقی

۳۶

قدم بڑھا کے ہٹانے کو جانتے ہیں یہ ننگ
زبانِ خشک میں کانٹے پڑے ہیں زرد ہے رنگ
مگر یہ اپنے گھرانے کا چھوڑتے نہیں ڈھنگ
انھیں کا کام ہے سولہ پہر کی پیاس میں جنگ
بڑے غیور ہیں تو بھی ہے آشنا ساقی
قسم حسینؑ کی دے کر انھیں پلا ساقی

۳۷

وہ جس کا ہاتھ ہے قبضے پہ ابروؤں پہ شکن
شبیہ کہتے تھے جعفرؑ کی اس کو اہلِ وطن
جلال مثلِ علیؑ صبر مثلِ شاہِ زمنؑ
بڑا بزرگ ہے اس شاہزادے کا بچپن
نہ جانتا ہو اسے ایسا کون ہے ساقی
بڑا نواسہ یہ زہراؑ کا عون ہے ساقی

۳۸

ہیں دونوں بھائی نہایت سخی نماز گذار
ذرا سی عمر میں جن کا بڑے بڑوں میں شمار
میں اتنا جانتا ہوں اے مرے بلند وقار
ہیں تیرے میکدے میں جمع جس قدر میخوار
سنیں گے چھوٹے جو میکش کا نام اے ساقی
درود پڑھنے لگیں گے تمام اے ساقی

۳۹

مجھے بس اِس کے سوا اور کچھ نہیں مطلب
یہ حال ننھے سے بچوں کا رن میں دیکھیں گے جب
کہیں گے صاحبِ اولاد دل میں ہائے غضب
نوا سا ساقیِ کوثر کا اور تشنہ لب
یہ میکدے میں خبر ہوگی جب بیاں ساقی
صراحی روئیگی لے لے ہچکیاں ساقی

۴۰

ابھی لڑائی بہت رہ گئی ہے وقت ہے کم
ذرا ٹھہر ترے میخانے میں پھر آئیں گے ہم
وہ دیکھ بھاگی ہوئی لوٹ آئی فوجِ ستم
کیا وہ عونؑ و محمدؑ نے نیچوں کو علم
وہ جنگ چھڑ کے لعینوں کے دل ہلانے لگی
دُہائیوں کی صدا ہر طرف سے آنے لگی

۴۱

گئے یہ جن کی طرف نیچے اُٹھائے ہوئے
قدم اُکھڑ گئے اُن کے جمے جمائے ہوئے
نکل کے آتے ہیں جتنے چھپے چھپائے ہوئے
دِکھائی دیتے ہیں سب خون میں نہائے ہوئے
خدا کی شان ہے شور ان کا چارسُو ہو جائے
کسی کا خون ہوا اور کوئی سُرخ رو ہو جائے

۴۲

سپاہِ شام میں مارے گئے جو حد سے سوا
یہ ابن سعد سے شمرِ لعیں نے جا کے کہا
تجھے خبر بھی ہے کچھ حال کیا ہے لشکر کا
خبر یزید کو اب کس کے ہاتھ بھیجے گا
یہاں پہ جتنے تھے مُخبر وہ سب پڑے ہیں مرے
نہ قاصدے، نہ صبائے، نہ مُرغِ نامہ برے

۴۳

یہ سُن کے رنج ہوا ابنِ سعد کو بے حد
اِدھر اُدھر سے منگائی گئی کچھ اور مدد
سبھوں نے گھیر لیا چار سمت باندھ کے حد
غرض کہ ٹوٹ پڑے کم سِنوں پہ اہلِ حسد
وہ زخم کھائے کہ بیتاب ہو گئے دونوں
زمیں پہ ماہیِ بے آب ہو گئے دونوں

۴۴

اُٹھا کے لائے جو دونوں کو خیمہ گاہ میں شاہ
خبر یہ فِضّہ نے زینبؑ کو جا کے دی ناگاہ
کہ رن سے آ گئے بی بی تمہارے غیرتِ ماہ
قریب آئیں تو دیکھا بہت ہے حال تباہ
جواب دے گئے ہوش و حواس بیٹھ گئیں
جگر کو تھام کے دونوں کے پاس بیٹھ گئیں

۴۵

بلائیں لے کے یہ پوچھا کہ ماں ہو تم پہ نثار
کراہتے ہو یہ کیوں لے کے کروٹیں ہر بار
جگر میں درد ہے یا ہو گیا ہے سینہ فگار
کلیجہ ماں کا ہے آتا نہیں ہے صبر و قرار
خدا نہ کردہ محبت تمام کرتے ہو
یہ کیوں اشاروں سے مجھ کو سلام کرتے ہو

۴۶

چلے ہو روٹھ کے کیا تم بھی سوئے ملکِ عدم
ہمارے ٹوٹے ہوئے دِل پہ یہ سِتم پیہم
اُدھر ہے بھائی کی فکر اور اِدھر تمہارا غم
تمہاری یاد جب آئیگی کیا کریں گے ہم
یہ سُن کے ہچکیاں لیں مُنھ ہر اک سے موڑ گئے
تمام اہلِ حرم کو تڑپتا چھوڑ گئے

۴۷

دُہائی دینے لگیں رو کے زینبِؑ مضطر
لو اُجڑی کوکھ مری چھُٹ گئے سفر میں پسر
پدر کو اِن کے میں کیا منہ دکھاؤں گی جا کر
یہ کس زباں سے کہوں گی کہ مر گئے دلبر
جو بیبیاں اُنھیں دینے کو پُرسہ آتی تھیں
تو رو کے زینبِؑ مضطر اُنھیں سُناتی تھیں

۴۸

مری نگاہ میں اب تک وہ پھر رہا ہے سماں
سحر کو ہوتی تھی جب مسجدِ نبی میں اذاں
ہمیشہ تھا یہی بعدِ نماز وردِ زباں
دُعائے خیر بہ درگاہِ خالقِ دو جہاں
عدولِ حکمی معبودِ بے نیاز نہ کی
قضا تو کر گئے لیکن قضا نماز نہ کی

مرثیہ

جب دشتِ کربلا میں اذانِ سحر ہوئی

در حالِ جناب زہیر قین علیہ السلام

پیری نہ کیسے باعثِ فخرِ شباب ہو
ہوتی ہے تیز جتنی پُرانی شراب ہو

۱

جب دشتِ کربلا میں اذانِ سحر ہوئی
مصروفِ حمد فوجِ شہِ بحر و بر ہوئی
انصار و اقربا کی خدا پر نظر ہوئی
مولا کی آنکھ دیکھ کے پیاسوں کو تر ہوئی
پانی نہ مل سکا جو شہِ سرفراز کو
سب نے کئے زمیں پہ تیمم نماز کو

۲

آ آ کے بیٹھتے گئے پیچھے امام کے
تلواریں سب کے پہلو میں تھیں بے نیام کے
ہتھیار آس پاس رکھے تھے تمام کے
پابند حکم میں شہِ عالی مقام کے
دل تھے سبھوں کے طاعتِ رب میں پڑے ہوئے
قدقامت الصلوٰۃ پہ سب اٹھ کھڑے ہوئے

۳

ہر ایک ذی وقار و وفا دار و سرفراز
نیت سبھوں کی ہے عقبِ سرورِ حجاز
اے مالکِ زمین و زماں ربِّ کارساز
پڑھتے ہیں آج صبح کی ہم آخری نماز
عظمت لکھی ہوئی ہے اگر سرنوشت میں
ظُہرین کی نماز پڑھیں گے بہشت میں

۴

ایک ایک ہے عبادتِ ربِ ودود میں
ارکان بندگی کے ہیں اپنی حدُود میں
دِل سے لگے ہوئے ہیں قیام و قعُود میں
سوکھے لبوں پہ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سجُود میں
دل مطمئن ہیں مصلحتِ بے نیاز پر
قربان ہو رہے ہیں فرشتے نماز پر

۵

کہتے ہیں جس کو مرضیِ قیّوم وہ نماز
جس میں تمام صابر و مظلوم وہ نماز
جس سے کہ انبیاؑء رہے محروم وہ نماز
جس کا امام پانچواں معصوم وہ نماز
وہ صبح وہ نماز شہِ مشرقین کی
صف بوترابیوں کی امامت حسینؑ کی

۶

فارغ فریضۂ سحری سے ہوئے جو سب
کرنے لگے خدا سے دُعائیں یہ تشنہ لب
اے کارسازِ کون و مکاں دوجہاں کے رب
اِس آرزو میں ہم نے گزاری ہے ساری شب
خوش تو ہو، تیری فاطمہؑ، تیرا حبیبؐ ہو
شبیرؑ کے قدم پہ شہادت نصیب ہو

۷

چھوٹے بڑوں کے دل میں لڑائی کی ہے اُمنگ
بوڑھوں کا جوش دیکھ کے ہیں نوجوان دنگ
سینوں کو تان لیتے ہیں سنتے ہی نامِ جنگ
ہتھیار سب نے لے لئے ڈھیلے ہوں یا کہ تنگ
جوشِ وغا ہے رات سے ہر خوش نہاد کو
تیار ہو رہے ہیں مجاہد جہاد کو

۸

روئے زہیر سے ہے نمایاں اُمید و یاس
چہرہ کبھی بحال تو چہرہ کبھی اُداس
جا جا کے لوٹ آتے ہیں سبطِ نبی کے پاس
جرأت نہیں جو شہ سے وغا کی ہو التماس
دل پر گراں گذرتا ہے ہنگام دیر کا
حسرت سے تکتے پھرتے ہیں منہ ہر دلیر کا

۹

اِذنِ وغا کو گھوم رہے ہیں اِدھر اُدھر
ہے دوش پر کماں تو پسِ پُشت ہے سپر
ترکش میں تیر تیغ کمر میں جھکائے سر
پیشِ نگاہ ہے ادبِ شاہِ بحر و بر
دیکھا کبھی تو یوں سپہِ بدشعار کو
جیسے کہ شیر تاک رہا ہے شکار کو

۱۰

شوقِ وغا ہے اِن کو ضعیفی میں کس قدر
تیر و سناں کا خوف نہ تیغ و تبر کا ڈر
تانے ہوئے ہیں سینے کو ہم صورتِ سپر
نیزے کی طرح خم نہیں قامت میں بال بھر
کیا حال ہوگا لشکرِ خانہ خراب کا
پیری لڑے گی بھیس بدل کر شباب کا

۱۱

وہ رعب و داب اور وہ شجاعت کا رکھ رکھاؤ
وہ ریش جو چڑھی ہوئی مونچھیں وہ جن پہ تاؤ
گر ابروؤں کو دیکھ لو تو پیچھے ہٹاؤ
وہ آنکھیں ہر نظر کہے کشتی میں بیٹھ جاؤ

ہاتھوں کی عظمتیں بھی سرِ دست ساتھ ہیں
دستِ خدا سے ہاتھ ملے ہیں وہ ہاتھ ہیں

۱۲

ہر ایک سے زہیر یہ کہتے ہیں بار بار
دیدیں وغا کا حکم اگر شاہِ نامدار
پھر دیکھنا مجھے سرِ میدانِ کارزار
پیدل کوئی نہ بچے نہ سلامت رہے سوار

دم بھر میں ختم کوفے کا کوفہ تمام ہو
ہر ایک شام والے کی دوزخ میں شام ہو

۱۳

آخر کو ختم ہو گئی جب صبر کی بھی حد
کہہ کر سوئے حسینؑ چلے یا علیؑ مدد
بولے قدم پہ گر کے ملے خُلد کی سند
مولا۔ سخی سوال کو کرتے نہیں ہیں رد

مشہور دو جہاں میں سخاوت کا حال ہے
کونین کے سخی مرا پہلا سوال ہے

۱۴

سب کو شہید ہونے کی حسرت ہے یا امام
ہر سرفروش چاہتا ہے پہلے اپنا نام
محروم رہ گیا جو شہادت سے یہ غُلام
مُجھ پر ہنسیں گے کہہ کے زمانے کے خاص و عام

امداد دی گئی نہ شہِ مشرقین کو
ایسے بھی جاں نثار ملے تھے حسینؑ کو

۱۵

مجھ سے سنے نہ جائیں گے طعنوں کے یہ کلام
منظور یہ نہیں کہ مرا بے وفا ہو نام
گردن خود اپنی کاٹ کے مرجائے گا غلام
مولا کہیں گے کم سے کم اتنا تو خاص و عام
اذنِ وغا نہ ملنے پہ جی سے گذر گیا
غیرت بہت تھی شاہ کے قدموں پہ مرگیا

۱۶

قسمت نے اس طرح بھی نہ کی یاوری اگر
جاؤں گا میں نجف کی طرف ہو کے اپنے گھر
مولا کسی سے پھر نہ ملے گی مری نظر
رویا کروں گا کہہ کے وطن میں یہ عمر بھر
پوچھی گئی نہ بات نبیؐ کے گھرانے میں
مجھ سا بھی بدنصیب نہ ہوگا زمانے میں

۱۷

فرمایا شاہِ دیں نے کہ اے میرے باوفا
دو دن کی بھوک پیاس میں لڑنے کا لطف کیا
حالت تمہاری دیکھ کے دکھتا ہے دل مرا
اچھا یہی خوشی ہے تو حافظ ہے کبریا
لیکن زہیر! غیظ کو دل سے نکال کر
اُمت یہ میرے نانا کی ہے دیکھ بھال کر

۱۸

یہ سُن کے بندگی کو جھکے وہ بصد وقار
چوما خوشی میں قبضۂ شمشیرِ آبدار
خادم نے زین کس کے کیا پیش راہوار
گردن پہ یا علیؑ لکھا اور ہو گئے سوار
آنکھیں مزاجِ اسپ کی آئینہ دار ہیں
نظروں کو جانتے ہیں پرانے سوار ہیں

۱۹

پہونچا قریبِ لشکرِ اعدا جو وہ جری
پھیلی تمام فوجِ مخالف میں ابتری
چہرے پہ وہ جلال وہ شانِ غضنفری
گھبرا کے بھول بیٹھے ستمگر ستمگری
نیزے سب اُٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کے لئے
تیغیں تمام جھک گئیں تسلیم کے لئے

۲۰

سر کو دبا کے خود یہ کہتے ہیں سر جھکاؤ
بازو پکڑ کے کہتے ہیں جوشن نہ تھرتھراؤ
مُنھ پر یہ کہہ رہی جھلم سامنے نہ جاؤ
کہتی ہے یہ کڑک کے کماں جان کو بچاؤ
دیکھو زہیر آتے ہیں آگے بڑھے ہوئے
کاندھوں پہ گُرز دیکھ رہے ہیں چڑھے ہوئے

۲۱

برگِ خزاں رسیدہ کی صورت ہیں سب کے رُخت
پھوٹے ہیں جوں شگوفۂ منحوس سب کے بخت
لہجہ رجز کا گو ثمرِ خام سے ہے سخت
سُنتے ہیں چُپ کھڑے ہوئے جیسے کوئی درخت
سکتہ ہے باغیوں میں ہر اک بدشعار کو
جیسے خزاں نے آن دبوچا بہار کو

۲۲

ہنس کر کہا یہ اہلِ ستم سے دلیر نے
تم کو کہاں پھنسا دیا قسمت کے پھیر نے
مغرور کر دیا تمہیں کیا میری دیر نے
اپنا شکار بھی کہیں چھوڑا ہے شیر نے
ممکن تھا تم سے کب کہ گھڑی بھر وغا کرو
تم اتنی دیر جی لئے شُکرِ خدا کرو

۲۳

کتنا کہا تھا دیکھو جفاؤں سے باز آؤ
نانا کا کلمہ پڑھ کے نواسے کو مت ستاؤ
چھیڑی ہے تم نے جنگ تو اب بھاگ کر نہ جاؤ
کیا خوب۔ سورما بھی بنو جان بھی بچاؤ
اب سر کو پیٹتے ہو کہ قسمت بگڑ گئی
جب فیصلے کو بیچ میں تلوار پڑ گئی

۲۴

یہ خوف ہے کہ بھاگتے پھرتے ہیں اہلِ کیں
راہِ فرار ڈھونڈھ رہے ہیں مگر نہیں
اِن سے نہ آسمان ہے راضی نہ خوش زمیں
تقدیر کہہ رہی ہے کہ دنیا ملے نہ دیں
یوں زرہ پوش ہیں سپہ بدخصال میں
جیسے حرام مچھلیاں پھنس جائیں جال میں

۲۵

وہ کاری کاری ضرب وہ حملے کڑے کڑے
جو سر بلند بنتے تھے پاؤں میں ہیں پڑے
اُن سے حیات روٹھ گئی ان سے جو لڑے
رن میں حبیبؑ ابنِ مظاہر سے بھی بڑے
موقوف عمر پر نہیں جو یوں وغا کرے
یہ تو خدا جسے بھی شجاعت عطا کرے

۲۶

جنبش میں ہے زمین تزلزل میں آسماں
آواز دشت و در سے یہ آتی ہے الاماں
روپوش ہے جو شمر بن سعد ہے نہاں
فریاد کر رہا ہے کوئی اور کوئی فغاں
تلوار غیظ میں جو کھنچی ہے زہیرؑ کی
چاروں طرف صدائیں ہیں اللہ خیر کی

۲۷

ٹوٹے جو دل تو فوج کے ثابت قدم گرے
کچھ مختلف جگہوں پہ گرے کچھ بہم گرے
تیغیں کہیں گریں تو کہیں پر علم گرے
جو ٹھہرے وہ بہت گرے جو بھاگے کم گرے
یہ کہئے گھر گئے ہیں جو منہ سب کے زرد ہیں
ورنہ یہ لوگ بھاگنے والوں میں فرد ہیں

۲۸

شعلے کی طرح سر جو کسی نے اُٹھا دیا
بڑھ کر اُسی کا خرمنِ ہستی جلا دیا
آتشکدہ لڑائی کا میدان بنا دیا
جیتے جی ناریوں کو جہنم دکھا دیا
تلوار کوند کوند کے جب حد سے بڑھ گئی
بجلی پناہ مانگ کے گردن پہ چڑھ گئی

۲۹

تیغِ زہیرؑ کا ہے یہ عالم کہ اَلحَذَر
ایک ایک شام والے کو اس بات کا ہے ڈر
کیا ہوگا مُنہ کی کھا گئے میدان میں اگر
ہیں اپنے اپنے چہروں پہ شامی لئے سپر
کھو بیٹھے مُنہ چھپا کے تمام اپنے اوج کو
ڈھالوں سے روسیاہ بنایا ہے فوج کو

۳۰

للکار کر یہ کہتے ہیں اُو شمرِ بد خصال
تو جن کو کہہ رہا تھا شجاعت میں بے مثال
تیری نظر کے سامنے اُن سب کا ہے یہ حال
تلوار رہ گئی ہے کسی کی کسی کی ڈھال
جب مجھ سے ایسے ایسے جوان بھاگ جائینگے
کیا ہوگا جبکہ حضرتِ عباسؑ آئینگے

۳۱

مانا کہ میرے سامنے تم ہو کئی ہزار
لیکن میں چاہتا ہوں یہ ہو جنگ یادگار
پیدل بچے نہ کوئی نہ باقی رہے سوار
ہوتی ہے بار بار کہاں ایسی کارزار
خم ہے کمر غلط یہ تمہاری نظر گئی
میں جھک کے ڈھونڈھتا ہوں جوانی کدھر گئی

۳۲

اکبرؑ بتا رہے ہیں شہِ نامدار کو
پیدل کو وہ گرایا وہ مارا سوار کو
روکا ہے اس طرح سپہ بدشعار کو
آندھی نے جیسے قافلۂ بے دیار کو
اُٹھ کر غبار فرش سے تا آسمان گیا
بابا وہ ابنِ سعد کا خیمہ کہاں گیا

۳۳

رعشہ ہے ہاتھ پاؤں میں اُس پر بھی ہے یہ حال
توڑی کماں کسی کی تو کاٹی کسی کی ڈھال
پسپا کیا صفوں کو پرے کرکے پائمال
آواز دے رہے ہیں شہنشاہِ خوش خصال
فوجوں کو کچھ خبر ہے نہ سر کی نہ پیر کی
عباسؑ جنگ دیکھ رہے ہیں زہیرؑ کی

۳۴

رن سے فرار ہوگئے جتنے تھے اہل کیں
بیٹھے ہیں منھ چھپائے بن سعد کے قریں
کرتے ہیں بات۔ ہوش ٹھکانے مگر نہیں
ڈرتے ہیں آنہ جائے زہیرؑ اس جگہ کہیں
چاروں طرف کو دیکھ کے کہتے ہیں کان میں
تختِ یزید اب نہ رہے گا جہان میں

۳۵

اُن کا نشان تک نہیں نامی تھے جو جواں
پچھڑے ہوئے پڑے ہیں وہاں سارے پہلوان
فوجوں کے ہیں پتے نہ رسالوں کے ہیں نشاں
اے ابن سعد، کیا کریں اُس کی وفا بیاں
رن تھر تھرا رہا ہے جلالِ زہیرؑ سے
یہ ہم ہی تھے جو بھاگ کے آئے ہیں خیر سے

۳۶

تلوار بھی زہیرؑ کی جوہر دکھا گئی
اُلٹی جو ابر بن کے تو لشکر پہ چھا گئی
بیساکھ کے مہینے کو ساون بنا گئی
سوکھی زمیں پہ خون کے دریا بہا گئی
برسا لہو گرے سرِ اعدا بڑے بڑے
بارش تو کم ہوئی مگر اولے بہت پڑے

۳۷

ساقی گھٹائیں چھا گئیں لا بھر کے جام لا
پیاسا ترا زہیرؑ ہے دریا دِلی دکھا
مالک تو خشک و تر کا ہے تجھ کو کمی ہے کیا
فضلِ خدا سے ہیں ترے میخانے جا بجا
جب ہر جگہ ہے بادہ کشی سرنوشت میں
کوثر کی بات آ کے کریں گے بہشت میں

۳۸

ساقی سدا ہے تیری نوازش پہ سب کو ناز
جی بھر کے وہ پلا جسے کہتے ہیں کعبہ ساز
اپنے زہیرؑ کو تجھے کرنا ہے سرفراز
جُھک جائے اتنا بارِ کرم سے سرِ نیاز
دریا دِلی کو دیکھ کے خود جھومنے لگے
ہاتھوں کے بدلے تیرے قدم چومنے لگے

۳۹

ساقی ہے تیرے بادہ کشوں میں یہی رواج
چھوڑیں مِلا کے خاک میں باطل کا تخت و تاج
دیکھ اپنے اک پُرانے شرابی کی جنگ آج
ہوتا ہے مئے کی طرح سے میخوار کا مزاج
پیری نہ کیسے باعثِ فخرِ شباب ہو
ہوتی ہے تیز جتنی پُرانی شراب ہو

۴۰

دم خم نہیں زبیؓر کا کم گو دم وغا
پھر بھی سہارا دے کہ تقاضہ ہے عمر کا
لُطف آئے گا لڑائی میں اُس وقت ساقیا
وہ بھی نہ روکے تیغ کو تو بھی پلائے جا
ہو تیرے میکدے کے قریں فوج شام بھی
ساغر کے ساتھ ساتھ چلے قتلِ عام بھی

۴۱

ساقی وہ قلبِ فوج میں پہونچا ترا دلیر
چاروں طرف سے اُس کو لیا دشمنوں نے گھیر
پھر بھی جھپٹ جھپٹ کے وہ لڑتا رہا بہ دیر
عالم یہ تھا کہ جیسے کوئی چوٹ کھایا شیر
ٹکڑے اُڑا کے رکھ دیئے اک اک شریر کے
مارا اُسے تو پھینک دیا اُس کو چیر کے

۴۲

وہ کاٹ چھانٹ رن میں دکھائی کہ اَلحَذَر
کٹ کٹ کے سر اُدھر گرے تن رہ گئے اِدھر
یہ حال تھا کہ آندھی میں جیسے گریں شجر
آگے سے ہٹ کے آگئے پیچھے کو اہلِ شر
غصہ میں یہ جری جو لپِس پُشت پھر گیا
گھوڑا کسی کی لاش سے ٹکرا کے گر گیا

۴۳

گرنا تھا بس کہ ٹوٹ پڑے شیر پر شغال
تیغ و سنان و تیر سے آخر ہوا یہ حال
تڑپے زمیں پہ ماہیِ بے آب کی مثال
کرنے لگے دعائیں کہ اے ربِّ ذوالجلال
آنکھوں پہ پائے دلبرِ بابِ علوم لوں
شبیر کے قدم کسی صورت سے چوم لوں

۴۴

نظریں سوئے خیامِ شہِ دیں ہیں بار بار
جیسے کسی کے وعدے کا ہوتا ہے انتظار
کہتے ہیں دل ہی دل میں یہ ہو ہو کے بیقرار
وقتِ مدد ہے اے پسرِ شیرِ کردگار
ارمان دید کا ہے دلِ ناصبور کو
ایسا نہ ہو غلام نہ دیکھے حضور کو

۴۵

رونا یہ کہہ کے نزع کے عالم میں دم بدم
ہے ہے رسول زادے پہ اور اس قدر ستم
افسوس تین روز سے ہیں تشنہ لب حرم
چھٹتے ہیں کیسے وقت میں شبیر کے قدم
کیا منہ دکھاؤں گا شہِ بدر و حنین کو
میں دشمنوں میں چھوڑ چلا ہوں حسینؑ کو

۴۶

دل میں یہ کہہ رہا تھا ابھی وہ وفا شعار
باجے بجے ظفر کے سرِ فوج نابکار
رن کی طرف حسینؑ چلے ہو کے بیقرار
دیکھا ہے انتظار کے عالم میں جاں نثار
آنکھوں میں اشک دل میں تمنا لئے ہوئے
منہ اپنا سوئے خیمۂ اطہر کئے ہوئے

۴۷

جا کر کہا حسین نے اے بھائی السّلام
قدموں پہ سر کو رکھ کے یہ بولا وہ نیک نام
اے وارثِ نبیؐ و علیؑ خلق کے امام
مایوس ہو چلا تھا زیارت سے یہ غلام
سرکار مجھ سے پوچھیں کہ ارماں بتایئے
اللہ تیری شان کے قربان جایئے

۴۸

مولا بڑا کرم کیا مجھ خاکسار پر
کیا کیا گذر رہی تھی مری جانِ زار پر
اتنی نوازش اور غریب الدیار پر
لکھوایا جائے یہ مری لوحِ مزار پر
دینِ رسولِ حق کے لئے کارزار کی
تربت ہے یہ حسینؑ کے اک جاں نثار کی

۴۹

قربان میں حضور کے یا سرورِ انام
حقدار فاتحہ کا بنے آپ کا غلام
تربت کو دیکھتے ہی کہیں رو کے خاص و عام
اے جاں نثارِ بیکس و مظلوم السّلام
ارمان بس یہی ہیں دلِ ناصبور کے
آئیں مرے مزار پہ زائر حضور کے

۵۰

فرمایا شاہِ دیں نے کہ اے میرے خوش سیر
ہوگی حسنؑ کی روح یہاں آ کے نوحہ گر
مشکل کے وقت آئیں گے مشکل کشا ادھر
ماتم کرے گا آلِ نبیؐ کا تمام گھر
خاتونِ خلد رونے کو جنت سے آئیں گی
زہراؑ کی بیٹیاں صفِ ماتم بچھائیں گی

۵۱

اس تیرے سر کے ساتھ رہے گا سرِ امام
مر کر بھی بھولتے نہیں ہم دوستوں کے نام
قیدی کریں گے قید میں ماتم کا انتظام
روئیں گے یاد کر کے حرم تجھکو صبح و شام
عابدؑ وطن کو شام سے جب چھُٹ کے جائینگے
تیری لحد پہ فاتحہ پڑھنے کو آئیں گے

۵۲

ماتم بپا کریں گے حرم ہوں گے نوحہ گر
کونین کانپ جائیں گے کبریٰ کے بین پر
بابا کے ساتھ چاک گریباں برہنہ سر
تیری لحد پہ آئے گا سجادؑ کا پسر
زنداں سے بنتِ شاہِ مدینہ نہ آئے گی
سب آئیں گے ہماری سکینہ نہ آئے گی

۵۳

بس اے قمر کہ آگے کو چلتا نہیں قلم
کر یہ دُعا خدا سے کہ اے ربّ ذوالکرم
واقف ہے تو کہ کب سے ہوں میں مبتلائے غم
کھاتا ہوں میں چہاردہ معصوم کی قسم
یارب تیرا سہارا جو پایا نہ جائے گا
پیری میں اتنا بار اُٹھایا نہ جائے گا

مرثیہ

قیام گلشن عالم کا اعتبار نہیں

در حال جناب زینب علیہا السلام

نماز پڑھ کے کبھی اور کبھی دعا کر کے
غرض وہ رات گذاری خدا خدا کر کے

۱

قیامِ گلشنِ عالم کا اعتبار نہیں
بہار آج اگر ہے تو کل بہار نہیں
کلی کو چین نہیں پھول کو قرار نہیں
مقیم مستقل اپنی جگہ پہ خار نہیں
نہ جانے رات میں غنچوں پہ کیا گذرتی ہے
نسیمِ صبحِ چمن آہِ سرد بھرتی ہے

۲

بہت سے ایسے گلستاں بھی ہیں خزاں بہ کنار
نہ آشیانۂ بُلبُل نہ شاخِ گل کی بہار
جگہ جگہ خس و خاشاک کے ہیں یوں انبار
وطن سے دور ہوں جیسے کہ بیکسوں کے مزار
جہاں پہ سبزہ تھا گلزارِ خوشنما کی طرح
پڑی ہے خشک زمیں دشتِ کربلا کی طرح

۳

کہیں بہار ہے اور ہے یہ عالمِ گلشن
خزاں کے خوف سے کھلتا نہیں کلی کا دہن
کچھ ایسی شاخ سے لپٹی ہے بیل مثلِ رسن
کسی یتیم کی جیسے بندھی ہوئی گردن
بلند شاخوں پہ ایسے بھی پھول پائے ہیں
کسی نے نیزوں پہ جیسے کہ سر اٹھائے ہیں

۴

کسی درخت کی کل ڈالیاں ہیں بے گلِ تر
غیور گھر کے ہوں ناموس جیسے بے چادر
کچھ اس طرح ہیں خمیدہ زمیں کی سمت ہیں ثمر
کہ جیسے شرم کے مارے جھکی ہوئی ہے نظر
کہیں سے ٹوٹ کے پتوں کا ڈھیر چلتا ہے
کہ جیسے لٹ کے کوئی قافلہ نکلتا ہے

۵

کہیں پہ ہے کوئی پژمردہ گل بحالتِ زار
ہویدا رخ سے پریشانیوں کے ہیں آثار
خزاں کی زد میں ہے چاروں طرف سے حلقۂ خار
گھرا ہو برچھیوں میں جس طرح کوئی بیمار
کہیں پہ گیسوئے سنبل شجر کے ساتھ میں ہے
مہار جیسے کسی سارباں کے ہاتھ میں ہے

۶

کہیں ہیں ڈالیاں سیدھی کہیں درخت ہیں خم
نہیں ہے گلشنِ عالم کا ایک سا عالم
کہیں خوشی کے ہیں نغمے کہیں ہے نالۂ غم
کہیں ہیں گل سے زیادہ کلی کے کار اہم
کلی اٹھاتی ہے رنجِ عظیم چین کے بعد
کہ جیسے زینبؑ خستہ جگر حسینؑ کے بعد

۷

فضائل اِن کے بھی ہیں صورتِ حسینؑ و حسنؑ
کہ بازو چومتے تھے اِن کے بھی رسولِ زمن
وقار کرتے تھے زہرؑا کی طرح اہلِ وطن
اب اور کیا ہو فضیلت حسینؑ کی ہیں بہن
قدم پدر کے نشانِ قدم پہ دھرتی ہیں
علیؑ کی طرح سے خطبہ بیان کرتی ہیں

۸

جنابِ فاطمہؑ نے دودھ انھیں پلایا ہے
رسولؐ زادی ہیں ان کا بلند پایہ ہے
خدا کے فضل سے سر پر نبیؐ کا سایہ ہے
فرشتہ چادرِ تطہیر لے کے آیا ہے
نگاہِ مہرِ فلک دید کو ترستی ہے
بزرگی چہرے پہ بچپن ہی سے برستی ہے

۹

سنبھالا ہوش تو ذی قدر و ذی وقار ہوئیں
جنابِ فاطمہؑ کی طرح پردہ دار ہوئیں
عبادت اُنہی کی مقبولِ کردگار ہوئیں
رسولِ پاکؐ کی زہرؑا کی سوگوار ہوئیں
علیؑ کے غم سے نہ رنجِ حسنؑ سے خالی ہیں
اور اب حسینؑ کے ہمراہ جانے والی ہیں

۱۰

سوار ہونے کو اُٹھی ہیں ثانیِ زہرؑا
تمام گھر معہ صغریٰ کیا سپردِ خدا
عجیب شان سے پہونچیں قریبِ شاہِ ہدا
گلے میں نادِ علیؑ سر پہ فاطمہؑ کی رِدا
ادب سے ساتھ ہیں اکبرؑ انھیں کے پالے ہوئے
دو طرفہ عونؑ و محمدؑ رِدا سنبھالے ہوئے

۱۱

قریب در کے جو آ پہونچیں دخترِ حیدرؑ
حسینؑ دیکھ کے آگے بڑھے سوئے خواہر
اُٹھے ہیں پردے کو سجادؑ و قاسمؑ مضطر
صدائیں حضرتِ عباسؑ دیتے ہیں بڑھ کر
وہیں رُکے رہیں جو لوگ اُدھر گذرتے ہیں
امامِ وقت بہن کو سوار کرتے ہیں

۱۲

نظر میں بنتِ یداللہ کا وقار رہے
قریب و دور نہ کوئی شتر سوار رہے
سپرد جس کے ہو جو کام ہوشیار رہے
اجازتِ شہِ والا کا انتظار رہے
یہ باتیں شاہ کو بھی ناگوار ہوتی ہیں
جنابِ ثانیِ زہراؑ سوار ہوتی ہیں

۱۳

سوار کر چکے اپنی بہن کو جس دم شاہ
خیالِ پردۂ بنتِ علیؑ خدا کی پناہ
ہیں آگے آگے عزیزانِ شاہِ حق آگاہ
عقب میں یاور و ناصر جھکائے اپنی نگاہ
جلو میں ہاشمی بچے شہِ انام کے ساتھ
چلی ہیں ثانیِ زہراؑ کس احترام کے ساتھ

۱۴

بھلا نہ کس طرح تعمیل دردمند کریں
یہ حکم جبکہ شہنشاہِ ارجمند کریں
صدا نقیب یہ بازار میں بلند کریں
دوکان دار دوکانیں تمام بند کریں
صدائیں گونجتی ہیں ہر طرف منادی کی
سواری آتی ہے یثرب کی شاہزادی کی

۱۵

غرض مدینہ کی حد سے بڑھے جو سرورِ دیں
سواری اپنی رکھی بنتِ مرتضیٰ کے قریں
جھجکتا جاتا ہے یوں راستے میں اسپ حزیں
کہ جیسے پاؤں پکڑتی ہے ہر قدم پہ زمیں
نہ لوٹ سکتا ہے واپس نہ بول سکتا ہے
عجیب یاس سے مُڑ کر وطن کو تکتا ہے

۱۶

ابھی سفر میں تھے مصروف شاہِ خوش انجام
کہ تھام لی فرسِ شاہِ دیں کی حُر نے لگام
کہا کہ آپ سے بیعت طلب ہے حاکمِ شام
یہاں سے اور کہیں کا کریں نہ قصد امامؑ
جہاں کے واسطے حاکم کا حکم پاؤں گا
وہیں حضور کو میں ساتھ لے کے جاؤں گا

۱۷

یہ سُن کے بولے تبسم سے شاہِ بحر و بر
اس ابتدا کے بھی انجام کی ہے ہم کو خبر
ہر ایک چیز پہ قادر ہے خالقِ اکبر
ہو کُفر دین پہ غالب! خدا کی باتیں کر
ترا خیال یہ پروان چڑھ نہیں سکتا
کہ تو لکھا ہوا قسمت کا پڑھ نہیں سکتا

۱۸

یہ کہہ کے بڑھ گئے آگے امامِ عالی جاہ
مجال کس کی ہے جو روک لے حسینؑ کی راہ
بہت سی منزلیں طے کر کے شاہِ عرش پناہ
حدودِ کرب و بلا میں پہونچ گئے ناگاہ
یہیں قیام ہو حکمِ شہِ انام ہوا
نمازِ شکر ادا کی سفر تمام ہوا

۱۹

خیام نہر پہ رکھے قریبِ آبِ رواں
اُتر کے آئیں سواری سے زینبؑ ذی شاں
ہوئے فرات سے یوں دیدۂ حباب عیاں
کہ جیسے دیکھ رہے ہیں چھپے ہوئے طوفاں
پتہ لگانے کو موجوں کا لشکر آتا ہے
جہازِ آلِ پیمبرؐ کدھر کو جاتا ہے

۲۰

گذار کر شبِ اول اُٹھے جو اہلِ وفا
نمازِ صبح پڑھی کی ہر اک نے حمدِ خُدا
اُٹھے مصلّوں سے زینبؑ کے دونوں ماہ لقا
ہوا لطیف تھی لب پر تبسم آنے لگا
نسیمِ صبح کے جھونکے گلے جو ملنے لگے
ریاضِ دخترِ زہراؑ کے پھول کھلنے لگے

۲۱

رہے تھے صرف ابھی کچھ دن لبِ فراتِ امام
کہ آ کے ٹوٹ پڑا ساتویں کو لشکرِ شام
ہوئے یہاں پہ بہت واقعات قطع کلام
بپا کئے گئے جلتی زمیں پہ شہ کے خیام
زمانہ دیکھئے اس طرح سے بدلتا ہے
کہ اپنی نہر کا پانی بھی بچ کے چلتا ہے

۲۲

مگر ذرا بھی نہیں ہے کسی کے رُخ پہ ہراس
وہی رضائے الٰہی وہی نماز کا پاس
نہ بھوک کا ہے تصور نہ پیاس کا احساس
لگائے بیٹھے ہیں اپنے خدائے پاک سے آس
دعائیں یہ ہیں کہ چاہے ہمارا خوں بہہ جائے
الٰہی دینِ پیمبرؐ کی آبرو رہ جائے

۲۳

اُدھر سے آتے ہیں پیغام لے کے اہلِ ستم
کہ جلد بیعتِ حاکم کریں شہِ عالم
یزید لکھتا ہے ابنِ زیاد کو پیہم
اُنھیں اسیر کرو یا کرو سر اُن کا قلم
خموش رہ کے عجب پیچ و تاب دیتے ہو
حسینؑ جلد کہو کیا جواب دیتے ہو

۲۴

کھڑی تھیں خیمہ کے در پر جو شاہ کی ہمشیر
تمام سُنتی تھیں باتیں جو کر رہے تھے شریر
بُلا کے عونؑ و محمدؑ کو زینبؑ دِل گیر
لگیں یہ پوچھنے کرتا ہے کون یہ تقریر
خبر نہیں ہے کہ شبیرؑ کی ہے ذات بڑی
وہی مثل ہے کہ مُنھ چھوٹا اور بات بڑی

۲۵

نکل کے خیمہ سے باہر جو آئے وہ ضرغام
کیا ادب سے شہنشاہِ دینِ حق کو سلام
یہ شر پسندوں سے پوچھا کہ تھے یہ کس کے کلام
خبر نہیں ہے کہ ہوتا ہے اِس کا کیا انجام
امام بہرِ اطاعت شریر کے آگے
یہ باتیں خیمۂ بنتِ امیرؑ کے آگے

۲۶

اب اِس طرف تمہیں دیکھا تو یہ خیال رہے
نہ تم رہو نہ یزیدِ زُبوں خصال رہے
سزا تمہارے لئے وہ دمِ جدال رہے
کہ یاد تا بہ قیامت تمہیں مآل رہے
حقیقتاً یہ زمانہ نہیں شرافت کا
جواب نیچے دیں گے سوالِ بیعت کا

۲۷

بپھر رہے تھے جو دونوں مثالِ شیرِ ببر
نکل کے آگئے عباسؑ و قاسمؑ و اکبرؑ
یہ دیکھ کر کہ تبسم ہے شہ کے ہونٹوں پر
ادب سے بولے یہ عباسِؑ باوفا بڑھ کر
دلیر باپ کے بیٹے دلیر ہوتے ہیں
حضور شیر کے بچے بھی شیر ہوتے ہیں

۲۸

کہا حسینؑ نے عباسؑ ان کو لے جاؤ
ابھی یہ بچے ہیں خیمہ میں جا کے سمجھاؤ
یہ لوگ ایلچی ہیں اِن کو زک نہ پہونچاؤ
تمہیں ہی لڑنے کو بھیجیں گے ہم نہ گھبراؤ
رُکے ہوئے ہیں کہ تھوڑی سی بات باقی ہے
زیادہ دیر نہیں ایک رات باقی ہے

۲۹

کہا یہ شام کے لوگوں سے شاہِ صفدر نے
کیا ہے دین کا مالک ہمیں پیمبرؐ نے
اُٹھا رکھا ہے جو فتنہ یزیدِ خود سر نے
تہیّہ کر لیا شبیرؑ کے بھرے گھر نے
خلافِ حکمِ خدا عترتِ رسولؐ نہیں
قبول موت ہے بیعت ہمیں قبول نہیں

۳۰

سُنا جو زینبؑ مضطر نے شاہِ دیں کا جواب
عجیب یاس سے کہنے لگیں وہ عرش مآب
تجھے خبر ہے یہ اے کارسازِ رحم و عتاب
کہ اب ستم پہ اُتر آئے ہیں یہ خانہ خراب
حسینؑ دشتِ مصیبت میں بھوکا پیاسا ہے
پناہ دے ترے محبوبؐ کا نواسہ ہے

۳۱

یہی وہ ہے جسے جبریلؑ نے جُھلایا ہے
ترے نبیؐ نے اسے دوش پر چڑھایا ہے
جو اس نے تجھ سے کیا ہے طلب وہ پایا ہے
بروزِ عید جناں سے لباس آیا ہے
اِسی کے کہنے سے راہب نے بیٹے پائے ہیں
رسولؐ سے بھی سِوا تو نے نازُ اُٹھائے ہیں

۳۲

اِن التجاؤں میں دن ختم ہو کے رات آئی
دکھائی دینے لگی سارے گھر میں تنہائی
کہا بہن نے طبیعت بہت جو گھبرائی
کسی طرح سے مدینے چلے چلو بھائی
میں کیا بتاؤں جو رنج و ملال ہوتے ہیں
یہ کون لوگ یہاں ساری رات روتے ہیں

۳۳

کہ جس کو سُنتے ہی ہوتی ہے کائنات ملُول
فغاں میں اپنے بزرگوں کے ہیں تمام اصول
کہ جیسے فاطمہؑ زہراؑ حسنؑ علیؑ و رسولؐ
پھر اُس پہ روزِ قیامت کی طرح رات کا طول
کہا یہ شہ نے کہ حکم اُس کا ٹل نہیں سکتا
بہن میں اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا

۳۴

سحر کو فیصلہ ہونا ہے حق و باطل کا
وہ طے کروں گا کہ جو مرحلہ ہے مشکل کا
پتہ چلے گا یہ کل ایک ایک کے دل کا
کہ کونسا ہے مسافر کہاں کی منزل کا
بڑی بڑی رہِ دُشوار سے گذرنا ہے
تمہیں تو مجھ سے بہت بڑھ کے کام کرنا ہے

۳۵

سحر کو ہم پہ چڑھائی کریں گے اہلِ ستم
تمام ہوں گے عزیزوں کے سر تنوں سے قلم
اُٹھا کے لائیں گے لاشوں کو قتل گاہ سے ہم
یہاں بچھاؤ گی ہر اک کی تم صفِ ماتم
پڑیں گی مشکلیں زہراؑ کے نورِ عین کے بعد
حسینؑ بننا پڑے گا تمہیں حسینؑ کے بعد

۳۶

مجھے تو صرف رہِ حق میں سر کٹانا ہے
تمام بارِ مصیبت تمہیں اُٹھانا ہے
اسیر ہونا ہے غم اقربا کا کھانا ہے
برہنہ سر، سرِ دربارِ شام جانا ہے
بلا تمہارے کوئی کام چل نہیں سکتا
جو تم ٹھہر گئیں اسلام چل نہیں سکتا

۳۷

یہ سُن کے بھائی سے کچھ اور ہو گیا عالم
بُلا کے بیٹوں کو بولیں یہ زینبؑ پُر غم
سحر کو شہ پہ چڑھائی کرے گی فوجِ ستم
یہ ماں نثار ہو، رہنا قریبِ شاہِ اُمم
کوئی بھی دونوں میں آقا کے پاس سے نہ ہلے
ملے جو رَن کی اجازت تو پہلے تم کو ملے

۳۸

کریں گے کوششیں عباسؑ و قاسمؑ و اکبرؑ
بڑے کریم ہیں فرزندِ ساقیِ کوثر
کسی کو دیدیا پہلے وغا کا اذن اگر
حیا سے سر نہ اُٹھائے گی دُخترِ حیدرؑ
یہ سب دُرست کہ چھوٹے ہو بھوکے پیاسے ہو
مگر سوال یہ ہے کس کے تم نواسے ہو

۳۹

انھیں یہ تاب کہاں ماں جو ایسی بات سنائے
گئے اور آ گئے صورت مجاہدوں کی بنائے
عمامے باندھے ہوئے تیغیں کمر میں لگائے
سپاہی بن گئے خالق نگاہِ بد سے بچائے
کلیجہ بڑھ گیا ماں کا وہ احترام کیا
اٹھا کے ننھے سے ہاتھوں کو جب سلام کیا

۴۰

کہا یہ حضرتِ زینبؑ نے اب یقین ہے مجھے
کہ کمسنی میں لڑو گے بڑی دلیری سے
تمہارے سامنے فوج یزید ہے کیا شئے
جو تم جلال میں آؤ زمانہ کانپ اُٹھے
یہی دُعا ہے کہ پروان آج رن میں چڑھو
اذانِ صبح ہوئی جاؤ اب نماز پڑھو

۴۱

یہ ماں سے سُنتے ہی خیمہ سے نکلے وہ جانباز
وضو کے بدلے تیمم کیا برائے نماز
ہوئے صفوں میں مُجاہد پسِ امامِ حجاز
اِدھر بندھی ہوئی نیت اُدھر کھُلے ہوئے راز
خدائے پاک کی رحمت دکھائی دینے لگی
نقوشِ سجدہ میں جنت دکھائی دینے لگی

۴۲

ابھی تھے حق کی عبادت میں کُل صغیر و کبیر
کہ اُس طرف سے کماندار پھینکنے لگے تیر
تُلا ہوا تھا لڑائی پہ لشکرِ بے پیر
غرض نماز سے فارغ ہوئے شہِ دلگیر
سپاہِ شام میں طبلِ وغا جو بجنے لگا
سلاحِ جنگ ہر اک جاں نثار سجنے لگا

۴۳

تمام ہو گئے تیار جبکہ خورد و کلاں
سب آئے بہرِ اجازت حضورِ شاہِ زماں
حسینؑ بھیجتے تھے جس کو جانبِ میدان
وہ جاکے لڑتا تھا ایسا کہ یادگارِ جہاں
نہ جانے کتنے لعینوں کے سر اُڑا ڈالے
ہر اک جری نے زمین و فلک ہلا ڈالے

۴۴

غرض یہ سلسلہ جاری رہا اور اتنا رہا
کہ شہ نے عونؑ و محمدؑ کو اذنِ جنگ دیا
سُنا جو ماں نے کہ بیٹوں کو مل گئی ہے رضا
بُلا کے خیمہ میں بولیں یہ ثانیِ زہراؑ
سِدھارو بہرِ مددِ ربِّ ذوالجلال رہے
ہمارا دودھ پیا ہے ذرا خیال رہے

۴۵

نہ لڑنا ایک جگہ پر میانِ دشتِ مصاف
یہ ہے شجاعتِ شیرِ خدا کے گھر کے خلاف
کچھ ایسی شکل سے آپس میں بانٹنا اطراف
دکھائی دیتا رہے میمنے سے میسرہ صاف
چلو تو دونوں طرف تیرِ بے اماں کی طرح
سپاہ بیچ میں ہو چلّہ کماں کی طرح

۴۶

خوشی میں جا تو رہے ہو کہ مل گئی ہے رضا
بتائے دیتی ہوں دیکھو رہے خیال ذرا
سنوں گی خیمہ کے در پر میں آکے وقتِ وغا
کِدھر سے آتی ہے پہلے دُہائیوں کی صدا
پرے کِدھر کی طرف پہلے ٹوٹ جاتے ہیں
حسینؑ بڑھ کے کِسے گود میں اُٹھاتے ہیں

۴۳

تمام ہو گئے تیار جبکہ خورد و کلاں
سب آئے بہرِ اجازت حضورِ شاہِ زماں
حسینؑ بھیجتے تھے جس کو جانبِ میدان
وہ جا کے لڑتا تھا ایسا کہ یادگارِ جہاں
نہ جانے کتنے لعینوں کے سر اُڑا ڈالے
ہر اک جری نے زمین و فلک ہلا ڈالے

۴۴

غرض یہ سلسلہ جاری رہا اور اتنا رہا
کہ شہ نے عونؑ و محمدؑ کو اذنِ جنگ دیا
سُنا جو ماں نے کہ بیٹوں کو مل گئی ہے رضا
بُلا کے خیمہ میں بولیں یہ ثانیِ زہراؑ
سدھارو بہرِ مدد ربِّ ذوالجلال رہے
ہمارا دودھ پیا ہے ذرا خیال رہے

۴۵

نہ لڑنا ایک جگہ پر میانِ دشتِ مصاف
یہ ہے شجاعتِ شیرِ خدا کے گھر کے خلاف
کچھ ایسی شکل سے آپس میں بانٹنا اطراف
دکھائی دیتا رہے میمنے سے میسرہ صاف
چلو تو دونوں طرف تیرِ بے اماں کی طرح
سپاہ بیچ میں ہو چلّہ کماں کی طرح

۴۶

خوشی میں جا تو رہے ہو کہ مل گئی ہے رضا
بتائے دیتی ہوں دیکھو رہے خیال ذرا
سنوں گی خیمہ کے در پر میں آ کے وقتِ وغا
کدھر سے آتی ہے پہلے دُہائیوں کی صدا
پرے کدھر کی طرف پہلے ٹوٹ جاتے ہیں
حسینؑ بڑھ کے کسے گود میں اُٹھاتے ہیں

۴۷

وہ رن پڑے کہ نظر آئیں خون کے دھارے
بلند تا بہ فلک ہوں لہو کے فوّارے
دکھائی دینے لگیں فوجِ شام کو تارے
تمام کوفے میں ہلچل ہو خوف کے مارے
کسی طرح کی کمی قتلِ عام میں نہ رہے
کوئی چراغ جلانے کو شام میں نہ رہے

۴۸

یہ سُن کے ماں سے چلے جب وہ خُلد کے سفری
سلام سب کو ادب سے کیا بہ خوش نظری
پہونچ کے رن میں کچھ اس شان سے کھڑے ہیں جری
کہ خانہ زاد ہے جیسے فنِ سپاہ گری
نکالے نیمچے جب فوجِ اشقیا کے لئے
لرز کے موت پکاری ذرا خدا کے لئے

۴۹

جُدا تنوں سے سرِ سرکشانِ شام کئے
پلٹ کے بھاگ نہ جائیں یہ انتظام کئے
دُہائی دینے پہ مجبور خاص و عام کئے
جو کام ماں نے بتائے تھے وہ تمام کئے
شہید ہونے سے پہلے پرے بھی توڑ گئے
سِدھارے خُلد کو دنیا میں نام چھوڑ گئے

۵۰

پھر اُن کے بعد یونہی فوجِ شام سے لڑ کر
سِدھارے خُلد کو عباسؑ و قاسمؑ و اکبرؑ
گلے پہ تیرِ ستم کھا گئے علیؑ اصغرؑ
بس اب خُدا کی ہے ذات اور سبطِ پیغمبرؐ
ہیں مضطرب کہ شہادت کو وقت تھوڑا ہے
کسا ہوا درِ خیمہ پہ شہ کا گھوڑا ہے

۵۱

مگر سوار ہوں کیونکر یہ مسئلہ ہے کٹھن
کہ اب نہ اکبرؑ و عباسؑ ہیں نہ ابنِ حسنؑ
نگاہِ یاس سے تکتے ہیں سب کو شاہِ زمن
نکل کے آئی ہے خیمہ سے جاں نثار بہن
پکارتی ہے سبھوں کو جو رن میں سوتے ہیں
اُٹھو کہ قبلۂ عالم سوار ہوتے ہیں

۵۲

صدائے زینبِ دلگیر سے ہے حشر عیاں
لرز رہے ہیں شہیدانِ حق سرِ میداں
مگر نثار ترے اے علیؑ کی راحتِ جاں
بدل کے رکھ دیا تو نے تخیّلِ نسواں
یہ پہلا کام پئے شاہِ نامدار کیا
رکاب تھام کے بھائی کو خود سوار کیا

۵۳

غرض کہ آ گئے شہ رن میں چل گئی تلوار
کئے تھے تین ہی حملے کہ مارے تیس[۳۰] ہزار
چھپے ہوئے تھے کمانیں لئے جو بد کردار
ہر ایک سمت سے تیروں کی ہو گئی بوچھار
تمام جسم میں پیکاں ہیں دل کو چین نہیں
حسینؑ شکل و شباہت میں اب حسینؑ نہیں

۵۴

یکایک آ گیا شبیرؑ کو خیالِ حرم
بہن سے آخری رخصت کو آئے شاہِ امم
قریبِ خیمہ جو پہونچے امامِ دیں کے قدم
یہ حال تھا کہ نہ پہچانیں زینبؑ پُرغم
کہا یہ کون ہے تشویش بڑھتی جاتی ہے
کہ جس کے خون سے بوئے حسینؑ آتی ہے

۵۵

بہن سے سُن کے یہ الفاظ حضرتِ شبیرؑ
عجیب یاس سے بولے بحالتِ تغئیر
ابھی سے بھول گئیں اپنے بھائی کو ہمشیر
یہ کہنے آیا ہوں اے دخترِ جنابِ امیرؑ
جو فرض تھا مرے ذمّے تمام ختم ہوا
تمہارا کام ہے اب میرا کام ختم ہوا

۵۶

کمال صبر دکھانا مثالِ ضیغمِ حق
جنابِ فاطمہؑ زہرا کا یاد رکھنا سبق
ہیں جتنے خیمے میں معصوم اُن کو ہو نہ قلق
بہن سنبھال کے رکھنا کتابِ حق کے ورق
یتیم بچے نہ فوجوں کی بھیڑ میں کھو جائیں
کہیں تلف نہ یہ قرآں کی سورتیں ہو جائیں

۵۷

جو فاطمہؑ کے ہیں کردار وہ ادا کرنا
اُٹھانا جور و ستم، شُکرِ کبریا کرنا
خیال ننھے یتیموں کا تم سِوا کرنا
نمازِ شب میں ہمارے لئے دُعا کرنا
امامت آج سے بیمارِ کربلا کے سپرد
تمام گھر تمہیں سونپا تمہیں خدا کے سپرد

۵۸

یہ کہہ کے آگئے پھر رن میں سرورِ ذیشاں
کئے وہ غیظ میں حملے لرز گیا میداں
نہ دیکھی جب کوئی فوجِ عدو نے شکلِ اماں
شریر دینے لگے عصر کی وغا میں اذاں
یقین تھا جو اذاں کی صدا سُنا دیں گے
حسینؑ سجدۂ خالق میں سر جھکا دیں گے

۵۹

غرض یہی ہوا سجدے میں جب گئے شبیرؑ
گلے پہ شمرِ ستمگر نے پھیر دی شمشیر
کھڑی تھیں بھائی کے نزدیک شاہ کی ہمشیر
صدائیں دیتی تھیں او دشمنِ خدائے قدیر
لعین وقارِ الٰہی بھلائے بیٹھا ہے
تو اپنے پاؤں سے قرآں دبائے بیٹھا ہے

۶۰

شہادتِ شہِ ذی جاہ پر تھا اک کہرام
اُدھر تھے فتح کے باجے اِدھر تھا ہائے امام
چراغ بھی نہ جلے تھے کہ آیا لشکرِ شام
ستایا اہلِ حرم کو جلائے شہ کے خیام
رسن میں ظلم کی سیدانیاں اسیر ہوئیں
امیر گھر کی بہو بیٹیاں فقیر ہوئیں

۶۱

وہ بیکسی کے مناظر وہ دشت وہ شبِ تار
سنبھالے بیٹھی ہیں زینبؑ لٹا ہوا گھر بار
کبھی حرم کو تسلّی کبھی یتیموں کو پیار
کبھی یہ دیکھنا کس حال میں ہے اب بیمار
نماز پڑھ کے کبھی اور کبھی دُعا کر کے
غرض وہ رات گزاری خدا خدا کر کے

۶۲

سحر کو لے کے چلے یوں حرم کو بانیِ شر
بندھے ہوئے رسنِ ظلم میں کھلے ہوئے سر
اسیرِ طوق و سلاسل مریض خستہ جگر
تمام سر شہدا کے بلند نیزوں پر
عجیب بیکسی بنتِ شہ حنین پہ ہے
کبھی خدا پہ نظر ہے کبھی حسینؑ پہ ہے

٦٣

قریب لاشۂ سرور جو قافلہ پہونچا
پدر کو دیکھ کے بیمار کو غش آنے لگا
سکینہؑ رک گئی بڑھ کر کے کس رہا تھا گلا
زبانِ حضرتِ زینبؑ سے کچھ نکل نہ سکا
مگر سنا ہے کہ تھرا اٹھی تھی لاشِ امام
رسن بندھے ہوئے ہاتھوں سے جب کیا ہی سلام

٦٤

سلام کر کے کہا بھائی جا رہی ہے بہن
جو تم نے کی تھی وصیت نبھا رہی ہے بہن
ستمگروں کی جفائیں اٹھا رہی ہے بہن
حسینؑ یہ تو کہو کام آ رہی ہے بہن ؟
ہزار ظلم ہیں بنتِ امیرِ یثرب پر
کہیں شکن تو نہیں ہے جبینِ زینبؑ پر

٦٥

مگر قلق یہ لئے جا رہی ہے ماں جائی
تمہاری لاش نہ ابتک کسی نے دفنائی
بہن غریب ہے شکوہ نہ کرنا اے بھائی
حسینؑ کے لئے زینبؑ کفن نہیں لائی
تمہاری طرح اسیرِ غمِ مقدر رہوں
بلا کفن کے ہو تم میں بغیر چادر رہوں

٦٦

تمہارا کام جو تھا کر چکے تم اس کو تمام
یہاں سے دخترِ زہراؑ کرے گی اپنا کام
علیؑ کی بیٹی ہوں چھپنے نہ دوں گی خونِ امام
تمہارے بعد بس اب میں ہوں اور حکومتِ شام
یہ دیکھوں کیسے زمانے میں احترام نہیں
حسینیت کو نہ منوا دیا تو نام نہیں

۶۷

یہ کہہ رہی تھیں کہ چلائے عابدِ مضطر
پھوپھی چلو کہ لرزنے لگا حسینؑ کا سر
یہ سن کے کانپ گیا بنتِ فاطمہؑ کا جگر
چلی حسینؑ کے لاشے سے آلِ پیغمبرؐ
رسول زادیاں چہروں پہ بال ڈالے ہوئے
مگر ہیں پردۂ اسلام کو سنبھالے ہوئے

۶۸

جہاں بھی شب کو ٹھہرتا تھا لشکرِ ظلم
ضرور ہوتا تھا وہ کچھ نہ کچھ مقامِ ستم
کہیں پہ حد سے زیادہ کہیں پہ قدرے کم
تمام کوفے میں تشہیر ہو چکے جو حرم
سفر جو ختم ہوا ایسا اک مقام آیا
غروب ہو گیا سورج دیارِ شام آیا

۶۹

اسیر پیش ہوئے صبح کو گزار کے شب
یزید تخت پہ بیٹھا تھا انتقام طلب
بلا کے سیدِ سجادؑ کو بغیرِ ادب
کہا کہ ہو گیا معلوم میرا غیظ و غضب
غرور سارا دھرا رہ گیا اِمامت کا
نتیجہ دیکھ لیا انحرافِ بیعت کا

۷۰

امیرِ شام کی فوجوں سے جرأتِ پیکار
مرا جلال نہ سمجھے تھے سیّدِ ابرار
برہنہ سر ہوئی آخر کو عترتِ اطہار
بچانے آئے نہ بیٹے کو حیدرؑ کرّار
دکھاؤں گا تمہیں انجام اس بغاوت کا
نشان تک نہ رہے گا کہیں امامت کا

٧١

خدا کا شکر کہ میں تم کو دیکھتا ہوں اسیر
کوئی مذاق سمجھتے تھے ردِّ حکمِ امیر
کروگے یاد وہ دی جائے گی تمہیں تعزیر
سُنی جو شہ کی بہن نے یزید کی تقریر
کہ ظلم اور بھی عابد پہ ہونے والا ہے
جلال آگیا آخر علیؑ نے پالا ہے

٧٢

کہا کہ او ستم آرا لعین و بد اختر
ذرا سنبھال کے منھ اپنا ہم سے باتیں کر
بِلا "حضور" کے اور نامِ عابدؑ مضطر
غرور اتنا تجھے ہوگیا حکومت پر
سزا سمجھتا ہے آساں مرے بھتیجے کی
خبر نہیں تجھے فرعون کے نتیجے کی

٧٣

رکھے گا تو نہ امامت کو شانِ حق کو نہ بھول
شہید اور ترے ہاتھوں سے عابدؑ مقبول
خدا کا وعدہ ہے او دشمنِ ریاضِ بتولؑ
رہے گا تا بہ قیامت یہ خاندانِ رسولؐ
بغیر امام کے قائم یہ کائنات نہیں
مٹا دے نسلِ نبیؐ تیرے بس کی بات نہیں

٧٤

تو اپنے نشۂ نخوت میں غرق ہے ظالم
یہ چار دن کی فقط زرق برق ہے ظالم
ہمارے زیرِ نگیں غرب و شرق ہے ظالم
نگاہِ ظاہر و باطن میں فرق ہے ظالم
خدائے پاک جب اپنا پیام بھیجتا ہے
تو پہلے ہم پہ درود و سلام بھیجتا ہے

۷۵

خدا کی ذات کو سب پر عیاں کیا ہم نے
بتوں کو توڑ کے کعبہ میںؐ دی اذاں ہم نے
کئے وہ کار نمایاں یہاں وہاں ہم نے
کہ اپنے کر لئے آخر کو دو جہاں ہم نے
بلا ہمارے کوئی سجدہ سرفراز نہیں
ہمارا ذکر نہ ہو جس میں وہ نماز نہیں

۷۶

خدا کا شکر اسیریِ آلِ احمدؐ پر!
نہیں ہے مصلحتِ کبریا کی تجھ کو خبر
یہ طعنہ دیتا ہے عترت نبی کی ننگے سر!
ہمارے پردے کا ضامن ہے خالقِ اکبر
یہ بات اتنی تو مشکل نہیں جو صاف نہ ہو
حرم حرم ہی رہے گا اگر غلاف نہ ہو

۷۷

کہا سکینہ سے پھر اپنے دل کو تم نہ کڑھاؤ
پھوپھی نثار ہو ایثارِ فاطمہؑ کا دکھاؤ
طمانچے کھا کے رہو چپ یزید کو شرماؤ
لبِ حسینؑ پہ دیکھو چھڑی زبان نہ ہلاؤ
میں دیکھتی ہوں کہ عالم جفا و جبر کا ہے
یہی تو وقت سکینہؑ تمہارے صبر کا ہے

۷۸

نثار تیری خطابت کے دخترِ حیدرؑ
جھکے ہوئے ہیں تمام افسرانِ شام کے سر
حواس باختہ ظالم ہے تخت کے اوپر
کبھی فلک پہ نظر ہے کبھی زمیں پہ نظر
نہیں ہے خطبۂ زینبؑ سے ہوش تک باقی
بنام ثانیِ زہراؑ شراب لا ساقی

۷۹

مگر یہ شرط ہے مجھ پر ہو آج خاص کرم
کہ بات اور ہے غالب ہے بتکدے پہ حرم
ہٹا ہٹا مئے دنیا نہ رکھ یہ ساغر جم
خدا کے گھر میں پیمبرؐ کی کھا چکا ہوں قسم
وہی پیوں گا پلائی اگر مرے رب نے
کہ جس کے جوش میں خطبہ پڑھا تھا زینبؑ نے

۸۰

اگر پیئے گا تو اس شان سے پیئے گا غلام
کہ تیری بزم میں ہوں تیرے بادہ خوار تمام
خصوصیت سے تری سمت ہو نگاہِ عوام
بھرا ہوا ہو ترے ہاتھ میں شراب کا جام
پکارے تو یہ شرف دے کے خوش نہادی کا
کہاں پہ بیٹھا ہے مداح شاہزادی کا

۸۱

اُدھر بھی آج نگاہِ حیات ہے ساقی
کہ جس کی ذات سراپا صفات ہے ساقی
جدھر کی سمت رُخِ کائنات ہے ساقی
اب اور کیا کہوں پردے کی بات ہے ساقی
یقین ہے در پہ ترے مضطرب جو پائے گا
کوئی چھپا ہوا ساقی پلانے آئے گا

۸۲

تجھے خبر ہے یہ لے بنتِ ساقیِ کوثر
ترے حسینؑ سے بھائی کا مدح خواں ہے قمر
امیر گھر کی شہزادی غریب پر ہو نظر
اگر بچا نہیں ساغر کوئی تو فکر نہ کر
علم سے کھول لے مشکیزہ سکینہؑ کو
پلا دے اوک سے مجھ میکشِ مدینہ کو

مرثیہ

حسنؑ کا گلشن عالم میں جب ظہور ہوا

در حالِ حضرت امام حسن علیہ السلام

کسی طرح سے بھی ہو لب پہ ذکر باری ہے
جہاں میں اشھد ان لا الہ جاری ہے

۱

حسنؑ کا گلشنِ عالم میں جب ظہور ہوا
ہر ایک برگِ شجر آشنائے نُور ہوا
روش روش پہ تجلّی کا وہ وفور ہوا
کہ جیسے باغ میں روشن چراغِ طور ہوا
بہار سے در و دیوار کی یہ حالت ہے
کہ جیسے فاطمہؑ زہرؑا کے گھر میں جنّت ہے

۲

رُخ ایسا لا نہ سکے آفتاب جس کی نظیر
وہ آنکھیں جیسے کہ لبریز جامِ خمِ غدیر
بھنویں کھنچی ہوئی جیسے کہ ذوالفقارِ امیر
جہاں میں شہرِ امامت کی دوسری تعمیر
جو تھی رسولؐ میں، خوشبو وہی پسینے کی
سند ہے فاطمہؑ زہرؑا کا دودھ پینے کی

۳

دیا ریاضتِ خیر الوریٰ کا حق نے یہ پھل
کہ نکلی شاخِ امامت میں دوسری کونپل
ہے باغبانِ حقیقی کا خاص طرزِ عمل
کہ جس کی قدرتِ کامل کا ہو سکے نہ بدل
نظر نمو کی طرف جب وہ موڑ دیتا ہے
شگوفہ سینۂ گیتی کو توڑ دیتا ہے

۴

نظر کے سامنے اک اور آگیا بوٹا
خوشی میں غنچہ صفت مسکرائے شیرِ خدا
نبیؐ نے گود میں لیکر یہ کی خدا سے دُعا
ہرا بھرا رہے یارب نہال زہراؑ کا
ترا کرم ہے جو دل کی کلی کھلائی ہے
چمن میں پہلے پہل یہ بہار آئی ہے

۵

رہیں مثلِ شاخِ ثمر دار سجدے میں زہراؑ
زبانِ حضرت جبرئیلؑ پر ہے صلِّ علیٰ
ہے باغ باغ مسرت سے دِل پیمبرؐ کا
پسر خدا نے دیا ہے علیؑ کو سبز قبا
پتہ یہیں سے نظامِ چمن کا چلتا ہے
شجر میں پہلے پہل سبز پھل نکلتا ہے

۶

رکھی ہے سبزے پہ اللہ نے بنائے بہار
پسند اہلِ گلستاں کو کیوں نہ آئے بہار
بیان کرتے ہیں گلشن میں آشنائے بہار
یہ رنگ وہ ہے کہ ہے جس سے ابتدائے بہار
شروعِ موسمِ گُل کی جو بات چلتی ہے
گیاہِ سبز زمینِ چمن اُگلتی ہے

۷

یہ رنگ وہ ہے جو ہے دل سے مرتضیٰ کو پسند
جنابِ فاطمہؑ مقبولِ کبریا کو پسند
انہیں وحیِ خداوندِ دوسرا کو پسند
بس انتہا ہے کہ یہ رنگ مصطفیٰؐ کو پسند
ثبوتِ حُسنِ محبت نہیں تو پھر کیا ہے
نشانِ فوجِ نبیؐ کا ہرا پھریرا ہے

۸

ہر ایک کرتا ہے تعریف اِس پھریرے کی
نشانیٔ لشکرِ اسلام کی رہے گی یہی
جہاں بھی جا کے لڑیں گے علیؑ بہ حکمِ نبیؐ
نظر زمانے کی ہر معرکہ میں دیکھے گی
نشانِ سبز ہے اس طرح جہاد میں ہیں
علیؑ کے ساتھ حسنؑ جس طرح جہاد میں ہیں

۹

وقار سب پہ ہوا اس رنگ کا نہ کیوں روشن
نظر کے سامنے ہے اُلفتِ رسولؐ زمن
نبیؐ کی قبر پہ گنبد ہے سبز سایہ فگن
کہ جیسے نانا کے سینہ پہ جلوہ گر ہیں حسنؑ
لحد میں بھی ہے محبت اُسی قرینے سے
لگا رکھا ہے پیمبرؐ نے اپنے سینے سے

۱۰

وہ دور ختم ہوا۔ دورِ انقلاب آیا
حسنؑ کے سر سے اُٹھا بوتراب کا سایہ
امامِ وقت نے جب انتظام فرمایا
علیؑ کے بعد زمانہ حسنؑ سے ٹکرایا
وہی شروع میں بیعت اخیر میں دھوکے
کہ جیسے عہدِ جنابِ امیرؑ میں دھوکے

١١

بزرگ اُٹھ گئے کوئی نہیں رہا باقی
نہ مصطفٰےؐ ہیں نہ اصحابِ مصطفٰےؐ باقی
نہ فاطمہؑ ہیں نہ ہیں شیرِ کبریا باقی
بس اب حسنؑ کو خدا کا ہے آسرا باقی
چُھپے نہیں ہیں یہ حالات سب پہ روشن ہیں
جو احترام کیا کرتے تھے وہ دشمن ہیں

١٢

مگر اُصولِ پیمبرؐ پہ ہیں جنابِ امام
سوائے یادِ الٰہی نہیں ہے کوئی کام
یہ جب بھی جاتے ہیں قبرِ نبیؐ پہ بہرِ سلام
پیام دیتا ہے اِن کو مزارِ خیرِ انام
کہ تم سے جتنا بھی ممکن ہو صبر کوش رہو
ہماری طرح سے تم بھی حسنؑ خموش رہو

١٣

طرح طرح کے اُٹھائیں گے شر نفاق پسند
رہے خیال کہ اسلام کو نہ پہونچے گزند
خموش رہنے سے گھٹتا نہیں وقارِ بلند
امامِ وقت ہو احکام کے رہو پابند
تمہارے باپ کے قصے کہاں علی نہ رہے
علیؑ نے تیغ نہ کھینچی تو کیا علیؑ نہ رہے

١٤

حکومت ایسی ہے جو چاہتی ہے اپنا وقار
زمانہ ایسا کہ غارت گری پہ ہے تیار
خدا سمجھتے ہیں اُس کو جو ہوتا ہے زردار
یہاں پہ صبر سے لو کام۔ اے مرے دلدار
سنبھال لینا امامت کا سہل کام نہیں
جو مصلحت کو نہ سمجھے تو وہ امام نہیں

۱۵

وہ چاہے دل میں نہ ہو احترامِ ربِّ انام
مگر دکھائی تو دیتا ہے دور تک اسلام
خلافِ شرع اگر ہیں تو ہیں چھپے ہوئے کام
کھلے خزانے تو دشمن نہیں حکومتِ شام
کسی طرح سے بھی ہو لب پہ ذکرِ باری ہے
جہاں میں اشہدُ ان لا الٰہ جاری ہے

۱۶

نہیں ہے واقعہ کیا میرے حج کا پیشِ نظر
خلافِ دینِ خدا تھے تمام بانیٔ شر
یہ مشرکوں کی تھی ضد مصطفٰےؐ نہ آئیں اِدھر
نہ چھوڑی مصلحتِ کردگار ہم نے مگر
سبھوں نے مل کے بغاوت جو دل میں بھر لی تھی
حدیبیہ میں حسنؑ! ہم نے صلح کر لی تھی

۱۷

خلیل نے جو مکانِ خدا بنایا تھا
ہزاروں سال نہ بدلا نظام کعبے کا
بتوں کے سامنے سجدہ بڑے بڑوں نے کیا
خدا بنے رہے بُت اور خدا نے کچھ نہ کہا
یہ مصلحت جو نہیں تھی تو اور پھر کیا تھا
قدیر ہوتے ہوئے بھی خموش بیٹھا تھا

۱۸

حسنؑ سمجھ گئے کھینچی اگر علیؑ کی حسام
پرانے رنگ پہ آجائے گا نیا اسلام
یہی تو سوچ کے خاموش ہو گئے تھے امام
وگرنہ تیغِ یداللہ اور قیدِ نیام
بُرا زمانہ تھا خونریزیوں پہ جھک جاتا
حسنؑ جو لڑتے جہادِ حسینؑ رک جاتا

۱۹

اگر یہ راز نہ ہوتا تو یہ علیؑ کا پسر
نہ چھوڑتا کسی دشمن کو صورتِ حیدرؑ
برستے اس طرح میداں میں ذوالفقار سے سر
گریں درخت سے جس طرح آندھیوں میں ثمر
خیارِ تر کی طرح کائنات کٹ جاتی
حدودِ شام میں ہوتی تو رات کٹ جاتی

۲۰

جواب لائے کہاں سے کوئی شجاعت کا
یہ حوصلہ ہی نہیں ہے کسی حکومت کا
چلا ہے بس کہیں وحدت کے آگے کثرت کا
مقابلہ کریں بندے خدا کی طاقت کا
اگر حسنؑ کو لڑائی پسند ہو جاتی
صدائے صورِ قیامت بلند ہو جاتی

۲۱

نہ ہوتی مدِ نظر گر رضائے ربِّ قدیر
تو کیا غلاف میں رہ جاتی حیدری شمشیر
یہ وہ دلیر تھے جنکی نہ تھی جہاں میں نظیر
خدا کے فضل سے تھے ابنِ شاہِ خیبر گیر
جو سر بلند بنے پھر رہے تھے جھک جاتے
امامِ وقت کے حملے کسی سے رک جاتے

۲۲

علیؑ کی تیغ تھی آتی جو بد زبانوں تک
صدا اماں کی پہونچ جاتی آسمانوں تک
نہ رہتی شعلہ فشاں صرف حکمرانوں تک
یہ آگ بڑھ کے پہونچتی جنوں کی جانوں تک
غُل اُٹھتا دیکھ کے رُخ خون کی روانی کا
کہ قحط پڑ گیا بیر العلم میں پانی کا

۲۳

یہ خُلق میں ہیں نبی زور میں جنابِ امیرؑ
جلال و صبر ملا کر بنی ہوئی تصویر
زباں خموش ہے، قبضہ میں حیدری شمشیر
اکیلے کافی ہیں بہرِ جہادِ عالمگیر
علیؑ کا زور نہیں یا کہ ذوالفقار نہیں
یہ باتیں سب ہیں مگر حکمِ کردگار نہیں

۲۴

طرح طرح کے بیاں دے رہے ہیں تفرقہ کوش
سکوت ایسا کہ تقریر کے اُڑا دیئے ہوش
برائے نام نہیں دل میں انتقام کا جوش
زمانہ کچھ کہے قرآں کی طرح سے خموش
سمٹ کے غرب اگر تا بہ شرق آجائے
مجال کیا ہے جو صورت میں فرق آجائے

۲۵

خلیق ایسے کہ تاریخ بن گئے اوصاف
رحیم ایسے کہ تقصیرِ دُشمنوں کی معاف
رُخ ایسا جیسے کہ قلب جنابِ فاطمہؑ صاف
لباس ایسا کہ قرآں پہ جیسے سبز غلاف
علیؑ کی طرح امامت کے کام سے نہ ہٹے
مثالِ خانۂ کعبہ مقام سے نہ ہٹے

۲۶

مگر جو دُشمنِ آلِ رسول ہیں مشہور
بیان کرتے ہیں سب سے پہلے امامِ غیور
بُھلا دیئے ہیں حسنؑ نے نبیؐ کے سب دستور
پیام بھیجتے ہیں صُلح کے کہ ہیں مجبور
کوئی شریک نہیں بیکسی کا عالم ہے
امیرِ شام کی فوجوں کا رُعب کیا کم ہے

۲۷

ہوئے ہیں جب سے مدینے میں جانشین امام
کیا نہ حیدرؑ کرّار کی طرح کوئی کام
نہ جانے کرتے ہیں کیا گھر میں صبح سے تا شام
اِسی کو کہتے ہیں دُنیا میں گردشِ ایام
نہ پاسِ دیں ہے نہ اسلام کی خبر لی ہے
سُنا ہے جا کے حکومت سے صُلح کر لی ہے

۲۸

بھلا ٹھکانا ہے اس جھوٹ کا جہاں میں کوئی
حسنؑ نے جا کے حکومت سے صُلح خود کر لی؟
یہ ابنِ سعد کے ہمدم یزید کے ساتھی
کسی سے جا کے تو پوچھیں پتہ چلے گا تبھی
یہ صُلح نامہ مدینے میں جب لکھا یا تھا
پیام پہلے یہ کس کی طرف سے آیا تھا

۲۹

ذرا پڑھیں تو سہی جا کے جو ہے شرطِ امام
پئے کتابِ خدا سُنّتِ رسولِ انام
عمل کریگی اِنھیں پر حکومتِ اسلام
رہیں بہ امن عراق و یمن حجاز و شام
خلافِ دینِ الٰہی نہ کوئی کام کرے
حکومت آلِ پیمبر کا احترام کرے

۳۰

عجیب شان سے کی صُلح آپ نے منظور
کہ ہو نہ آلِ پیمبر کے حق میں کوئی قصور
جہاں جہاں بھی مسلمان ہوں قریب کہ دور
دِکھائی جائے نہ اُن کو کبھی نگاہ غرور
امیرِ شام خیالاتِ حُکمِ بد نہ کرے
کسی خلیفہ کو بعد اپنے نامزد نہ کرے

۳۱

اب اس سے بڑھ کے کہو اور کیا ہو خودداری
کہ ماننا پڑیں شرطیں امام کی ساری
خموشِ جنگ کا رعب اتنا ہو گیا طاری
گرا حسنؑ کے قدم پر غرورِ مختاری
رسولِ حق کے گھرانے کا نام ہو کے رہا
امام اپنی جگہ پر امام ہو کے رہا

۳۲

چلی کسی کی نہ دھمکی نہ رُعب آیا کام
مثل یہ سچ ہے بُری بات کا بُرا انجام
ہزار سر کو پٹکتی رہی حکومتِ شام
کسی طرح سے نہ ٹوٹا مگر سکوتِ امام
خدا نے آج بڑی خیر کی ہے لا ساقی
کہ کشت و خون سے اسلام بچ گیا ساقی

۳۳

خوشی کا وقت ہے للہ اتنی دیر نہ کر
پئیں گے شام کے لوگوں کے سامنے ساغر
ذرا مذاق سہی جب ملے گی ہم سے نظر
یہ کہہ کے چھیڑیں گے دیکھی بغیر جنگ ظفر
زرِ کثیر بچانے کو تاج دے نکلی
یہ کیا ہوا کہ حکومت خراج دے نکلی

۳۴

مزاج پوچھیں گے آج اِن کا تیرے مستانے
یہ پھر ملے نہ ملے اس جگہ خدا جانے
دِکھا دکھا کے پئیں گے ہم ان کو پیمانے
یہ دیکھنا ہے کہ کب تک نہ ہونگے کھسیانے
نشہ میں بیٹھ کے پہلو میں چٹکیاں لیں گے
اب ان کے صبر کا ہم بھی تو امتحاں لیں گے

۳۵

یہ کیا کہ ہر ترا میخوار چونک اُٹھا ساقی
بجے ہیں کان کہ قلقل کی ہے صدا ساقی
ترے نثار ہوں میکش یہ سچ بتا ساقی
شراب نے ہمیں آواز دی ہے کیا ساقی
نہیں یہ بات تو پھر راز آشکارا ہے
کسی چھپے ہوئے خُم نے ہمیں پکارا ہے

۳۶

دعائیں دیتا ہے دل سے ہر ایک مستانہ
ہرا بھرا رہے ساقی یہ تیرا میخانہ
زمانہ ہوگیا پیتے ہیں آ کے روزانہ
مگر نہ دیکھا تھا ایسا سکوتِ پیمانہ
یہ کیا کہ بادہ کشوں میں تو جوش ہے ساقی
حسنؑ کی طرح سے شیشہ خموش ہے ساقی

۳۷

تو کیا ملے گی نہ پینے کو آج تیرے نثار
نہ کوئی آؤ بھگت ہے نہ وہ کرم ہے نہ پیار
حسنؑ کی سمت تبسم سے ہے نظر ہر بار
یہ بات یوں ہوئی اچھا سمجھ گئے میخوار
اب اس کے ہاتھ میں تقسیم بادہ ہے ساقی
یہ جانشین بڑا شاہزادہ ہے ساقی

۳۸

مبارک اے نئے ساقی یہ میکدے کا نظام
خدا رکھے تجھے باقی ہمارے سر پہ مدام
نمازِ شکر میں کاٹی ہے ہم نے رات تمام
فریضۂ سحری کر چکے ادا یہ غلام
عطا ہوا نہ مگر ساغرِ شراب ابھی
دن اتنا چڑھ گیا نکلا نہ آفتاب ابھی

۳۹

ہمیں تو مدِّ نظر ہے ترا ادب ساقی
خطا معاف ہوا ہے قصور کب ساقی
سکوت دیکھ کے کرتے نہ مے طلب ساقی
مگر یہ راز تو میخوار سمجھے اب ساقی
قریبِ خانۂ حق اہلِ دیر بیٹھے ہیں
تجھے فریب میں لانے کو غیر بیٹھے ہیں

۴۰

کہیں انھیں نہ پلا دینا اپنے ہاتھ سے جام
تباہ کرنے کو آئے ہیں میکدے کا نظام
تجھے تو خود ہے خبر تو بفضلِ حق ہے امام
یہ خود گریں گے رکھیں گے شراب پر الزام
وہاں بھی جا کے یہی کام کرکے آئے ہیں
نجف کے ساقی کو بدنام کرکے آئے ہیں

۴۱

تری شراب کے قابل نہیں یہ مطلب خو
نئے وقار کے طالب پرانے کینہ جو
جگہ جگہ یہ خوشامد ہے رشوتیں ہر سو
یہ ڈر ہے تختِ حکومت نہ چھین لے کہیں تو
بضد تو صلح پہ یوں تھے کہ راج ہو جائے
خودی رہے نہ رہے سر پہ تاج ہو جائے

۴۲

انھیں یہ سب سے بڑا خوف ہے کہ تو ہے خموش
دل اتنا بیٹھ گیا ہے کہ ہیں اڑے ہوئے ہوش
یہ دیکھ آئے ہیں کھنچتی شراب کا سرپوش
کہ جتنا ہوتا ہے منہ بند اتنا بڑھتا ہے جوش
نہ اُن کو ملک نہ اب گھر دکھائی دیتا ہے
ترے سکوت میں محشر دکھائی دیتا ہے

۴۳

کریں تو کیا کریں ہے بحرِ غم میں طغیانی
یقین ہو چکا اِن کو بہ حدِ امکانی
یہ ابنِ ساقیٔ کوثر ہے ضبط کا بانی
زباں کھُلے گی تو پھیلے گا دور تک پانی
وہ حال ہوگا جو اس کا سکوت چھوٹ گیا
کہ جس طرح کسی دریا کا بند ٹوٹ گیا

۴۴

بجا کہ خلق ترا آشنائے حد نہ ہوا
ترا گھرانے میں کوئی سوال رد نہ ہوا
مگر کسی کا بھی یہ اجتماع بد نہ ہوا
علی کا خون بہا کر بھی کم حسد نہ ہوا
انھیں تو جیسے بھی ممکن ہو ٹال دے ساقی
یہ میکدے میں ہیں باہر نکال دے ساقی

۴۵

یہ لوگ دل میں بغاوت کے بیج بوتے ہیں
ترے ستانے کو آرام اپنا کھوتے ہیں
نہ دن میں رہتے ہیں غافل نہ شب کو سوتے ہیں
قضا کے مشورے تیری دُلہن سے ہوتے ہیں
تجھے فریب یہ بدنامِ دہر دیدیں گے
یہ گھر کی بات بتاتا ہوں زہر دیدیں گے

۴۶

یہ ایسا رشتہ ہے گر نیک ہو تو کیا کہنا
بدی پہ آئے تو مشکل جہاں میں ہو رہنا
یہی ستم تو حسنؑ کو یہاں پڑا سہنا
جگر کے ٹکڑوں کا مُنھ سے نکلنا خوں بہنا
خبر مدینے میں یہ ہوگئی ہر اک گھر کو
کہ زہر دیدیا زوجہ نے ابنِ حیدرؑ کو

۴۷

علیؑ کے گھر میں قیامت سی ہو رہی ہے بپا
حسینؑ دیکھ کے روتے ہیں حال بھائی کا
کلیجہ ٹوٹ رہا ہے لہو نہیں رُکتا
لگن لئے ہوئے بیٹھی ہیں ثانیِ زہراؑ
مثالِ فاطمہؑ اندازِ بے قراری ہیں
نظر حسنؑ پہ ہے آنکھوں سے اشک جاری ہیں

۴۸

عجیب یاس کی باتیں حسنؑ کے لب پر ہیں
یہ کہہ کے زینبِ دردآشنا سے مضطر ہیں
بہن یہ لختِ جگر لگن لئے بہتر ہیں
ہمارے بعد یہ دشمن حسینؑ کے سر ہیں
مدینہ چھوڑ کے جب کربلا کو جاؤ گی
وہاں بھی جا کے بہتر کا غم اُٹھاؤ گی

۴۹

ہمارا غم تو ہے آساں مگر خدا کی پناہ
جب آ کے دشت میں گھیرے گی شامیوں کی سپاہ
حسینؑ کو نہ ملے گی کسی طرف کی بھی راہ
نہ پوچھو جیسا کہ ہوگا حرم کا حال تباہ
طریقہ فاطمہؑ زہرا کے گھر کا چھوٹ نہ جائے
الٰہی مادرِ قاسمؑ کا صبر ٹوٹ نہ جائے

۵۰

بُلا کے مادرِ قاسمؑ کو پھر یہ فرمایا
یہ آنسو پونچھ لو آنکھوں سے تم برائے خدا
اخیر وقت میں کیوں دل دُکھا رہی ہو مرا
دُعا کرو کہ ہو قاسمؑ جواں بندھے سہرا
دولہن سے اپنی طبیعت کو شاد کر لینا
ہمیں بھی شادیِ قاسمؑ میں یاد کر لینا

۵۱

نتیجہ رنج سے کیا اپنی جان کھونا ہے
وہ حکمِ حق نہ ٹلے گا جو آج ہونا ہے
یہ لازمی ہے تہِ خاک ہم کو سونا ہے
مگر الم تو تمہارا ہے تم کو رونا ہے
جو روز آنکھوں سے آنسو یونہی نکالو گی
یہ سوچتا ہوں کہ قاسمؑ کو کیسے پالو گی

۵۲

ابھی تمہارے لئے ہیں بہت سے رنج والم
مدینہ چھٹنے کا صدمہ۔ اسیر ہونے کا غم
یہاں سے جائیں گے جب کربلا کو اہلِ حرم
بلا نصیبوں پہ ہوں گے وہاں ستم پہ ستم
کسی کو بہرِ مدد جب نہ رن میں پائیں گی
رسول زادیاں جنگل میں خاک اڑائیں گی

۵۳

وہ وقت ہوگا کہ خالق کسی کو بھی نہ دکھائے
رسول زادہ ہر اک کو پکارے کوئی نہ آئے
اکیلا ظالموں میں گھر کے جب شہادت پائے
بغیر دفن کے میت حسینؑ کی رہ جائے
عزیز تک نہ اٹھانے کو لاش آئیں گے
ستارے چاند سے پہلے ہی ڈوب جائیں گے

۵۴

خیال رکھنا کہ ہو گرم جب کہ دشتِ وغا
نہ کرنا پاسِ محبت وہاں پہ قاسمؑ کا
ہجوم ہوگا عزیزوں کا بہرِ اذن بڑا
ہر اک عزیز سے پہلے دلانا رن کی رضا
حسینؑ اور کو تو عذر بھی نکالیں گے
مگر جو دیکھیں گے تم کو کہا نہ ٹالیں گے

۵۵

گلے لگا کے یہ پھر کی حسینؑ سے تقریر
ہمارا دُکھتا ہے دل دیکھ کر تمہیں شبیرؑ
کہ جس کو گود میں پالیں رسولؐ ربِّ قدیر
اُسی کو تیغوں سے زخمی کرے سپاہ شریر
یہ کوشش ہوں کہ ایمان چاہے چھُٹ جائے
مگر رسول کا گھر کربلا میں لُٹ جائے

۵۶

اک ایسا وقت بھی آئے گا اے نبیؐ کے پسر
گرے گا کھا کے سناں جب شبیہِ پیغمبرؐ
علیؑ کو آئیں گی جنت سے فاطمہؑ لے کر
ہمارے ساتھ میں ہوں گے رسول ننگے سر
سہارا دیتے ہوئے ہم سبھوں کو پاؤ گے
اکیلے لاشۂ اکبر کو جب اُٹھاؤ گے

۵۷

مگر گھڑی وہ قیامت کی ہوگی اے شبیرؑ
گلے پہ تیرِ ستم جب کہ کھائے گا بے شیر
کلیجہ تھام کے رہ جائیں گے جناب امیرؑ
سہارا دے کے کہیں گی یہ مادرِ دلگیر
حسینؑ چھوڑ نہ یہ تیر بے نکالے ہوئے
کہ فاطمہؑ ترے اصغر کو ہے سنبھالے ہوئے

۵۸

ہر اک کو دیکھ کے پھر فاطمہؑ کا نورِ نظر
تمام رازِ امامت حسینؑ کو دے کر
سپردِ ثانیِ زہراؑ کیا رسول کا گھر
زباں سے اشہدُ اَن لا الٰہ کہہ کے قمر
علیؑ و فاطمہؑ آئے تھے ہاتھوں ہاتھ گیا
رسولؐ زادہ رسولِ خدا کے ساتھ گیا

مرثیہ

جب ہم شبیہ خاتم مرسل جواں ہوا

در حال حضرت علی اکبر علیہ السلام

یوں سوئے فوج دیکھتا ہے جیسے شیر ہے
آنکھیں بتا رہی ہیں کہ دیدہ دلیر ہے

۱

جب ہم شبیہِ خاتمِ مرسل جواں ہوا
حُسن آشنا زمین ہوئی آسماں ہوا
رفتار وہ کہ حُسن کا دریا رواں ہوا
تقریر جیسے سورۂ یوسفؑ بیاں ہوا
گیسو حسین رُخ پہ دو جانب پڑے ہوئے
جیسے درِ حرم میں پیمبرؐ کھڑے ہوئے

۲

وہ حُسن وہ شباب کا عالم کہ الاماں
محشر کی طرح بھیڑ لگی تھم گئے جہاں
قامت بلند اُس پہ تجلّی کا وہ سماں
موسیٰؑ جمال دیکھتے، ہوتے اگر یہاں
ہوتا ہے یہ گماں رُخِ روشن کے نور پر
جلوہ رُکا ہوا ہے ابھی کوہِ طور پر

۳

مشکلکشا کے گھر کا سنبھالا ہوا شباب
سانچے میں صبر و شکر کے ڈھالا ہوا شباب
معصومیت کی گود کا پالا ہوا شباب
معراجِ حُسن پا کے دوبالا ہوا شباب
وصفِ نبیؐ سنیں گے جب انکی سرشت میں
یوسفؑ درود پڑھنے لگیں گے بہشت میں

۴

مثلِ گلِ بہشت مہکتا ہوا شباب
جوں عندلیبِ سدرہ چہکتا ہوا شباب
لالے کی طرح سُرخ دہکتا ہوا شباب
رُخ پر نمودِ سبزہ لہکتا ہوا شباب
ارماں نہ کیوں ہو اہلِ گلستاں کو دید کا
خوشبو نبیؐ کی رنگ حسینؑ شہید کا

۵

دریائے حُسن بڑھ کے ہوا بے بہا شباب
ہے بے پناہ نور تو بے انتہا شباب
ہم صورتِ حبیبِؐ خدا پارسا شباب
حصّہ نہیں کسی کا جسے دے خدا شباب
افسوس ہے قضا کے مگر اضطراب پر
بھیگیں مسیں کہ پھر گیا پانی شباب پر

۶

صورت میں مصطفےٰؐ تو شجاعت میں بوتراب
علم و عمل میں فرد سعادت میں انتخاب
طاقت میں بے نظیر سخاوت میں لاجواب
مشہور سرزمینِ عرب پر فلک مآب
شہرہ ہے اِن کے حُسنِ رُخِ بے پناہ کا
اٹھارواں برس ہے زمانہ ہے بیاہ کا

۷

آ آ کے پوچھتی ہیں مدینے کی بی بیاں
زینبؑ بتاؤ بیاہ کی ٹھہراؤ گی کہاں
بی بی خدا کے فضل سے اکبرؑ ہوئے جواں
عابدؑ کے بعد کوئی نہ شادی ہوئی یہاں
پیغام دیجیئے اس گل باغِ بتولؑ کا
سمجھیں گے لوگ فخر کہ گھر ہے رسولؐ کا

۸

دیتی ہیں یہ جواب نہیں اس میں کچھ کلام
لیکن ہیں اِن کی باتوں کے مالک شہِ انام
کیا جانے کوفے والوں نے بھیجے ہیں کیا پیام
رہتے ہیں اپنے دِل میں پریشان سے امام
شادی کے تذکرے جو کبھی گھر میں ہوتے ہیں
اکبرؑ کی شکل دیکھ کے شبیرؑ روتے ہیں

۹

اور آج تو سحر سے ہیں اس فکر میں امام
جلدی سے ہو حرم کی سواری کا اہتمام
فہرست میں لکھے ہیں نہ معلوم کتنے نام
یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ہوگا کہاں مقام
جب جائو راہ میں نہ کوئی سدِّ راہ ہو
لوٹ آئیں خیریت سے تو اکبرؑ کا بیاہ ہو

۱۰

القصہ آگیا وہ زمانہ برائے شاہ
جب کربلا میں گھر گئے سلطانِ دین پناہ
کام آگئے جہاد میں جتنے تھے خیر خواہ
اکبرؑ کھڑے ہیں سامنے نیچی کیئے نگاہ
یہ شوق اور گھوم رہا ہے خیال میں
پہلے شہید میں ہوں پیمبرؐ کی آل میں

۱۱

کرتے ہیں عرض شہ سے کہ اے قبلۂ انام
اذنِ وغا عطا ہو کہ روکے انھیں غلام
خیموں کی سمت آتے ہیں بڑھ بڑھ کے اہلِ شام
پاسِ امام ہے نہ پیمبرؐ کا احترام
ان کو بجز تباہیِ دیں کام ہی نہیں
جیسے کہ کوئی وارثِ اسلام ہی نہیں

۱۲

ان کا یہی جواب ہے یا شاہِ بحر و بر
باقی رہے نہ تن پہ سلامت کسی کا سر
مثلِ بتانِ کعبہ پڑے ہوں زمین پر
ہو جائے اِن کو وارثِ اسلام کی خبر
دکھلاؤں وہ جہاد جو حق کے ولی کا ہے
رن بولنے لگے کہ یہ پوتا علیؑ کا ہے

۱۳

فرمایا شہ نے اے مرے غازیِ نکو خصال
مانا کوئی رہے گا نہ باقی دمِ جدال
انساں تو چیز کیا ہے جنوں کی نہیں مجال
ہو جائے تیغ روکنا جبرئیلؑ کو محال
یہ تو جلال ہے شہِ بدر و حنین کا
اکبرؑ ذرا سا صبر بھی سیکھو حسینؑ کا

۱۴

زینبؑ کو پھر بلا کے یہ کہنے لگے حسینؑ
مرنے کی چاہتا ہے اجازت یہ نورِ عین
قسمت میں ہے کہ پائیں نہ ہم کربلا میں چین
زینبؑ یہی ہے مصلحتِ ربِّ مشرقین
طے کرنی ہوگی گو رہِ مشکل ہے اے بہن
یہ امتحانِ صبر کی منزل ہے اے بہن

۱۵

اذنِ وغا اب ان کو عنایت ہوئے بہن
اس فرضِ منصبی سے بھی فرصت ہوئے بہن
کیا کیجئے جبکہ حکمِ مشیت ہوئے بہن
پوری مگر یہ بھائی کی حسرت ہوئے بہن
ارمان آخری ہے یہ مجھ دلِ ملول کا
دیکھوں میں اِن کے سر پہ عمامہ رسولؐ کا

۱۶

زینبؑ یہ سُن کے لائیں لباسِ رسولؐ حق
اکبرؑ کے سر پہ رکھا عمامہ بصد قلق
پہنائی جب قبا تو ہوا شہ کا سینہ شق
زینبؑ کا چہرہ ہوگیا مانندِ صبح فق
شہ بولے ایسی شکل اور آفت میں گھر گئی
آنکھوں میں نانا جان کی تصویر پھر گئی

۱۷

یہ بھی یونہی حسینؑ ہیں ہاشمؑ کی نسل میں
جیسے رسولِؐ پاک جوانی کی فصل میں
کیسے کوئی تمیز کرے ہجر و وصل میں
زینبؑ ذرا بھی فرق نہیں اصل و نقل میں
باتیں وہی ہیں وہ ہی نبیؐ کے اُصول ہیں
وحیِ خدا کی دیر ہے بالکل رسولؐ ہیں

۱۸

محوِ درود دیکھ کے کُل کائنات ہے
ہمشکل مصطفٰےؐ کا ہے۔ عالی صفات ہے
آئینے کی جلا رُخِ تاباں سے مات ہے
جو بات تھی نبیؐ میں وہی ان میں بات ہے
یہ مستحق مثال کے دراصل ہو گئے
شکل اتنی مل گئی کہ بلا فصل ہو گئے

۱۹

فرصت سجا کے پا جو چکیں بنتِ مرتضیٰؑ
مشکل تھی تابِ ضبط کلیجہ پکڑ لیا
اکبرؑ کی شکل دیکھ کے حسرت سے یہ کہا
اچھا سدھارو رن کو۔ سپردِ خدا کیا
رد کیسے کردوں حق کے فدائی کا حکم ہے
اسلام کا سوال ہے بھائی کا حکم ہے

۲۰

لیکن تم اپنی مادرِ غمگیں سے مل کے جاؤ
شاید وہ تم سے روٹھ گئی ہیں اُنھیں مناؤ
اُن کے گلے سے جا کے ملو دودھ بخشواؤ
میرا تو دل دُکھا چکے اب اُن کا دل دُکھاؤ
اُن کو تمہارے جانے کا کچھ کم قلق نہیں
جتنا کہ ماں کا حق ہے پھوپھی کا وہ حق نہیں

۲۱

کتنا وہ چاہتی ہیں تمہیں یہ نہیں خبر
بیٹھی رہی ہیں شمع لئے آج رات بھر
صورت کو دیکھ دیکھ کے روئی ہیں تا سحر
کیا حال ہوگا دیکھا جو باندھے ہوئے کمر
ڈر ہے مجھے حیات کا عالم بدل نہ جائے
مُنھ سے بجائے اذن کلیجہ نکل نہ جائے

۲۲

یہ سُن کے ماں کے پاس جو آیا وہ نیک نام
نیچی نگاہ کر کے ادب سے کیا سلام
اکبرؑ کو دیکھا اور کیا مُنھ پھیر کر کلام
اب آئے ہو کہ ہو گئے انصار جب تمام
دنیا یہی کہے گی خبر جب کہ پا گئی
ماں تھی جو اور دودھ کی تاثیر آ گئی

۲۳

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولا وہ ذی وقار
اماں خدا گواہ نہیں میں قصوروار
جاتے تھے جب بھی رن کی طرف شاہِ نامدار
میں ساتھ ساتھ ہوتا تھا واقف ہے کردگار
وابستہ مجھ کو کر دیا ناحق قصور سے
اماں ذرا بلا کے تو پوچھیں حضورؐ سے

۲۴

کچھ ایسے بھولے پن سے جری نے کہی یہ بات
اکبرؑ کی سمت دیکھ کے بانوئے خوش صفات
کہنے لگیں کہ اے پسرِ شاہِ کائنات
آقا کی ہے تمہاری طرف چشمِ التفات
ممکن ہے رائے یوں نہ ہو ابنِ بتولؑ کی
تصویر کیسے ہاتھ سے دیدوں رسولؐ کی

۲۵

لیکن یہ وقت اور ہے تم پر ہو ماں نثار
معلوم ہے کہ شاہ کو گھیرے ہیں بدشعار
کتنے ہوئے ہیں قتل سحر سے رفیق و یار
وہ جنگ ہو کہ رن میں قیامت ہو آشکار
جب تک لڑو کہ لاشوں سے میدان پٹ نہ جائے
اکبر ہمارے دودھ کی توقیر گھٹ نہ جائے

۲۶

رن میں مثالِ حیدرؑ کرار وار ہو
دادا کی طرح آج کی یہ کارزار ہو
بے سر ہو کوئی اور کوئی سینہ فگار ہو
خیبر کے در کی طرح سے حشر آشکار ہو
دشتِ وغا میں حال ہو یہ قتلِ عام کا
خیمے کے در تک آئے لہو فوجِ شام کا

۲۷

یوں بے تحاشا بھاگیں یہ میدان چھوڑ کر
پیدل پہ ہو سوار تو پیدل سوار پر
لاشوں کے ڈھیر آنے لگیں ہر طرف نظر
دینے لگیں دُہائیاں آقا کی اہلِ شر
حسرت یہ ہے وغا میں ظفریاب جبکہ پائیں
تم کو علم کے سائے میں عباسؑ لے کے آئیں

۲۸

یہ کہہ کے ماں نے نادِ علیؑ کی پسر پہ دم
عباسؑ نے زرہ کو سنوارا بصد الم
تیغ و سپر کو باندھ چکا جب وہ ذی حشم
شہ نے کئے درست عمامے کے پیچ و خم
سہرے کی طرح رُخ پہ جھلم کو سجا دیا
دولہا نہ بن سکا تو سپاہی بنا دیا

۲۹

ہتھیار سج کے ماں کو پھوپھی کو کیا سلام
دیکھا جو سامنے تو چچی کو کیا سلام
چھوٹے بڑے تھے جتنے سبھی کو کیا سلام
رخصت کے وقت سبطِ نبیؐ کو کیا سلام
اصغرؑ کو دیکھا آنکھوں سے آنسو نکل پڑے
معصوم تشنہ لب تھا تو چشمے اُبل پڑے

۳۰

آیا غرض کہ خیمے کے در پر وہ ذی وقار
دیکھا کہ دیر سے ہے فرس محوِ انتظار
حیدرؑ کا نام لے کے ہوئے پشت پر سوار
حالانکہ پر نہ تھے مگر اُڑتا تھا راہوار
ظاہر ہوا ہر اک نگہِ اشتیاق پر
معراج کو رسولؐ چلے ہیں براق پر

۳۱

شوقِ وغا میں رن کو چلا جب وہ نوجواں
رکھنے لگا ادب سے قدم اسپِ خوش عناں
گردن اُٹھی ہوئی ہے عجب شان ہے عیاں
اکبرؑ کے سامنے ہیں برابر کنوتیاں
اس وہم میں ہیں دیکھنے والے پڑے ہوئے
پیشِ نبیؐ ہیں بوذر و سلماں کھڑے ہوئے

۳۲

نورِ نگاہِ شاہ سے واقف ہے راہوار
یعنی ہے نا خدائے دو عالم کی یادگار
جب مڑ کے دیکھتا ہے کہ ہے تشنہ لب سوار
ہوتا نہیں ہے پیاس کی شدت سے بیقرار
آنکھیں سوئے فرات فرس کی ضرور ہیں
دو کشتیاں ہیں جو ابھی ساحل سے دور ہیں

۳۳

لشکر کی سمت جبکہ جھپٹتا ہے خوش خرام
میدان چھوڑ چھوڑ کے بھاگ اُٹھتے ہیں تمام
چھپتے ہیں اپنی جان بچانے کو اہلِ شام
کہتے ہیں یہ اشاروں میں کرتے نہیں کلام
یوں سوئے فوج دیکھتا ہے جیسے شیر ہے
آنکھیں بتا رہی ہیں کہ دیدہ دلیر ہے

۳۴

ناوک فگن یہ کہتے ہیں گوشوں میں بار بار
ابرو کماں ہے حُسن میں یکتا ہے راہوار
جب چوکتا نہیں کوئی اس کی نظر کا وار
کیسے بچیں گے اس قدر انداز سے شکار
کچھ ایسی یال سے خمِ گردن کی شان ہے
جیسے ہزاروں تیر ہیں اور اک کمان ہے

۳۵

حالانکہ تیر پھینک رہے ہیں ستم شعار
چُھپ چُھپ کے برچھیوں کے لعین کر رہے ہیں وار
آتے ہیں سامنے کبھی پیدل کبھی سوار
پاؤں جما جما کے بڑھاتا ہے راہوار
ثابت قدم جہاد میں ہنگام ظُہر ہے
نقشِ قدم نہیں یہ صداقت کی مُہر ہے

۳۶

سچ تو یہ ہے کہ میں نے بہت کر لیا ہے غور
مُنھ چھوٹا اور بات بڑی وہ مثل ہے اور
حیرت سے مُنھ کو تکتے ہیں دُشمن عجب ہے طور
مُنھ جتنے اُتنی بات۔ بھلا اب کہاں وہ دور
قائل دُلہن کے حُسن کی کُل کائنات ہے
کس کی مجال جو کہے مُنھ دیکھی بات ہے

۳۷

بالکل دُم اس طرح ہے نہیں فرق بال بھر
جیسے کہ پیچھے ہو کوئی خادم لیئے چنور
سُنبل نثار ہو جو نظر سے ملے نظر
کہتے ہیں ساکنانِ فلک دیکھ دیکھ کر
کتنی حسین ہے دُم فرس لاجواب کی
کرنیں سمٹ کے آگئی ہیں آفتاب کی

۳۸

آیا ہے مثلِ شیر جو دریا پہ چند بار
باقی نہیں ہے گھاٹ پہ کوئی ستم شعار
آبِ فرات دیکھ کے پینا تو درکنار
یہ سوچتا ہے صاحبِ غیرت کا راہوار
مُنھ اس میں فوجِ شام کے گھوڑوں نے ڈالا ہے
پانی کو سونگھتا بھی نہیں ناک والا ہے

۳۹

اَسوار کے اشارے سمجھتا ہے راہوار
دریا سے آگیا سوئے میدانِ کارزار
گِرنے لگی سپاہ پہ یوں تیغِ آبدار
جیسے کسی پہ ٹوٹ پڑے تیغِ کردگار
ہر سو شکست ہے سپہِ بد شعار کی
چوٹیں ہیں یہ سکھائی ہوئی ذوالفقار کی

۴۰

یوں خون میں نہائی ہوئی ہے یہ منچلی
جیسے کہ سُرخ شادی کا جوڑا پہن چلی
سر کو جھکائے برق صفت خندہ زن چلی
پہلو میں بن بیاہے کے بن کر دُلہن چلی
سچ تو یہ ہے جواب نہیں دلربائی میں
سر لے چکی ہے سینکڑوں کے رونمائی میں

۴۱

سُوئے فلک جو تیغ اُٹھاتی ہے اپنا سر
خورشید تھرتھراتا ہے دہشت سے چرخ پر
گھبرا کے بھاگتی ہیں شعاعیں اِدھر اُدھر
بادل سیاہ ڈھالوں کے ہیں تا حدِ نظر
اس جستجو میں لشکرِ بے پیر لگ گیا
بجلی میں کیسے قبضۂ شمشیر لگ گیا

۴۲

مصروفِ جنگ ہے پسرِ شاہِ نامدار
کٹ کٹ کے گر رہے ہیں زمیں پر ستم شعار
تلوار کے جو وار رُکتے ہیں جا کر زمیں پہ وار
اُٹھ اُٹھ کے رن سے جاتا ہے سوئے فلک غبار
اُفتاد دیکھ دیکھ کے ذرّوں کی جان پر
اُڑ اُڑ کے جا رہی ہے زمیں آسماں پر

۴۳

پہلے پہل کی جنگ ہے اور اُس پہ یہ حواس
دو دِن کی بھوک پیاس میں مطلق نہیں ہراس
لاکھوں ہیں سامنے کوئی آتا نہیں ہے پاس
بڑھ بڑھ کے داد دیتے ہیں سلطانِ حق شناس
کہتے ہیں تم نے یوں سپہِ شام روک دی
جیسے علیؑ نے گردشِ ایّام روک دی

۴۴

ساقی رُکا ہوا ہے زمانہ شراب لا
ایسے میں مِل گیا ہے بہانہ شراب لا
باقی بہت ہے رن کا فسانہ شراب لا
ہوتا ہے آفتاب روانہ شراب لا
روکے ہوئے ہیں صبح سے اکبرؑ تمام کو
ایسا نہ ہو یہ لوگ نکل جائیں شام کو

۴۵

ساقی یہ کہہ رہے ہیں ترے بادہ کش تمام
دیکھیں گے میکدے سے قیامت کا قتلِ عام
مصروف ہے جہاد میں بانو کا لالہ فام
پہلے پہل کی جنگ ہے لاکھوں ہیں اہلِ شام
باقی نشاں رہے گا نہ فوجِ کثیر کا
پوتا جلال میں ہے جنابِ امیرؑ کا

۴۶

مشہور ہیں جہاں میں یہ افسانے ساقیا
تجھ پر نثار ہیں ترے دیوانے ساقیا
کہتے ہیں جھوم جھوم کے مستانے ساقیا
تیرے کہاں کہاں نہیں میخانے ساقیا
ہم خوب جانتے ہیں جو ہے سرنوشت میں
تیرے ہی میکدے کی ملے گی بہشت میں

۴۷

ساقی نہ جانا پاؤں کی لغزش پہ زینہار
ہوتا ہے یوں بھی جوشِ مودّت کا آشکار
کہتا پھروں گا میکدے میں سب سے بار بار
اولادِ مصطفٰےؐ پہ دل و جان سے نثار
ایسی پلا مجھے کہ محبت کہیں جسے
وہ نشہ ہو کہ اجرِ رسالت کہیں جسے

۴۸

ساقی جدھر ہے روئے پیمبرؐ یہی شراب
قائم ہے جس کے نام سے کوثر یہی شراب
جس کا ہے تیرے ہاتھ میں ساغر یہی شراب
زہراؑ کھڑی ہیں جس کے برابر یہی شراب
ساقی یہی تو وجہ مری التجا کی ہے
رنگت بتا رہی ہے کہ مے کربلا کی ہے

۴۹

ساقی وہ دیکھ غیظ میں ہے شاہِ دیں کا لال
دونوں جہان کانپ رہے ہیں دمِ جدال
میداں میں ریگِ گرم سے یہ ہو رہا ہے حال
رکھتا نہیں زمیں پہ قدم طائرِ خیال
حالت عجب ہے زیرِ فلک اضطراب کی
ذرّوں نے کھینچ لی ہے تپش آفتاب کی

۵۰

رکتی نہیں ہے رن میں جو شمشیرِ برق تاب
چھایا ہوا ہے پیرِ فلک پر اک انقلاب
میداں سے دھوپ بھاگ رہی ہے بہ اضطراب
مغرب کی سمت پھیر چکا منہ کو آفتاب
آخر قریبِ حشر کا ہنگام آگیا
سورج کی دوڑ دھوپ میں دن کام آگیا

۵۱

القصہ لڑتے لڑتے قیامت ہوئی عیاں
برچھی کسی کی لگ گئی سینے پہ ناگہاں
گھوڑے سے جب زمیں پہ آیا وہ نیم جاں
آواز دی کہ المدد اے سرورِ زماں
حسرت ہے شکل آپ کی اک بار دیکھ لوں
جلد آیئے کہ آخری دیدار دیکھ لوں

۵۲

یہ سن کے رن کی سمت چلے سرورِ امم
حالت یہ ہے اٹھاتے ہیں اٹھتے نہیں قدم
دل میں ہے درد پاؤں میں رعشہ کمر میں خم
کہتے ہوئے یہ جاتے ہیں رن میں بہ چشم نم
آواز دو کہ باپ کی حالت تباہ ہے
بیٹا تمہاری آنکھوں میں دنیا سیاہ ہے

۵۳

افسوس ہے رسولؐ کا سلطاں ہو جس کا جد
اُس کا اور ایسا حال ہو اللہ رے وقتِ بد
ضعف اتنا بڑھ گیا ہے کہ جس کی نہیں ہے حد
ہر اک قدم پہ کہتے ہیں شہ یا علیؑ مدد
اکبر کے پاس آئے تو اک دل سے آہ کی
حسرت سے سوئے قبرِ پیمبرؐ نگاہ کی

۵۴

اکبرؑ نے آنکھ کھول کے دیکھا اِدھر اُدھر
شبیر سامنے نظر آئے جھکائے سر
کی عرض ہاتھ جوڑ کے یا شاہِ بحر و بر
اب عرصۂ حیات نہایت ہے مختصر
کیا کیجئے کلمہ گویوں کو جب اتنا بیر ہو
آقا دعا کرو علیؑ اصغرؑ کی خیر ہو

۵۵

یہ کہہ کے پھر حسینؑ سے کچھ کر سکے نہ بات
ہچکی نے آکے توڑ دیا رشتۂ حیات
دِل کو پکڑ کے بیٹھ گئے شاہِ کائنات
مُنھ رکھ کے مُنھ پہ بولے کہ اے میرے خوش صفات
صبر و قرار لے گئے بینائی لے گئے
اکبرؑ ہمیں بڑھاپے میں تم داغ دے گئے

۵۶

کیا کیا نہ تھی تمہارے لئے ماں کی آرزو
کہتی تھیں لے کے آؤں گی میں چاند سی بہو
افسوس ہے کہ راس نہ آئی یہ گفتگو
تم چل دیئے جہان سے اے میرے ماہرو
سامان سب رکھا ہوا اے جان رہ گیا
اکبرؑ تمہارے بیاہ کا ارمان رہ گیا

۵۷

تنہا پسر کی لاش پہ ہیں شاہِ بحر و بر
سر پر ہے دھوپ پیاس سے لب خشک آنکھ تر
حیرت میں ہیں ملائکہ صبرِ حسینؑ پر
طاعت گذار ایسا نہ ہوگا کوئی بشر
پیری میں جس نے وعدۂ طفلی وفا کیا
لاشِ پسر پہ شُکر کا سجدہ ادا کیا

مرثیہ

روشن ہوا جو بام فلک پر چراغ شب

در حال امام حسین علیہ السلام

رات اپنے رُخ پہ گیسوئے برہم سنبھال کے
نکلی ہے چاندنی کی ردا سر پہ ڈال کے

۱

روشن ہوا جو بامِ فلک پر چراغِ شب
جلووں سے آسمان پہ پہونچا دماغِ شب
تارے کِھلے کہ بھر گیا پھولوں سے باغِ شب
دن تھک کے سو گیا نہ مِلا جب سُراغِ شب

رات اپنے رُخ پہ گیسوئے برہم سنبھال کے
نکلی ہے چاندنی کی ردا سر پہ ڈال کے

۲

نازک مزاج مست ادا نازنیں ہے رات
مشہور آسمان سے اب تا زمیں ہے رات
مغرب کے حُسن والوں میں سب سے حسیں ہے رات
تاروں سے کُل سجائی ہوئی مہ جبیں ہے رات

چمکا دیا ہے حُسن کو انجم کے نور نے
افشاں چُنی ہے چاند سے ماتھے پہ حُور نے

۳

در پردہ اپنے پردے کا ہے اس قدر خیال
سن لے جو کوئی پاؤں کی آہٹ یہ کیا مجال
مشرق سے جھانکتا ہو نہ کوئی یہ احتمال
چاروں طرف فلک پہ ستاروں کی دیکھ بھال
اوصاف کیا بیاں ہوں اُس پُر حجاب کے
جو سامنے نہ آئی کبھی آفتاب کے

۴

تاریخِ روزِ صبحِ ازل کی عجیب رات
مثلِ مسافرانِ مدینہ غریب رات
دشمن جفا کی اہلِ وفا کی حبیب رات
میدانِ کربلا کی عبادت نصیب رات
اسلام کی بقا کے لئے کام کر گئی
وہ رات جو کہ حمدِ خدا میں گذر گئی

۵

وہ رات جس کی صبح کو رن میں ہوئی اذاں
وہ رات جس میں صبر و رضا کی کہانیاں
وہ رات جس میں پیر نظر آتے تھے جواں
وہ رات جس میں کروٹیں لیتا تھا بے زباں
نیند اُڑ گئی تھی جس میں ہر اک خوش نہاد کی
وہ رات منتظر تھی جو صبحِ جہاد کی

۶

وہ رات جس میں سارے ستارے تھے بیقرار
آتشکدے کی شکل تھا صحرا کا ریگ زار
ذرّے ہوا میں اُڑتے تھے ہم صورتِ شرار
دریا میں عکس پڑتا تھا گردوں کا بار بار
گرمی بلا کی شام سے تھی کائنات میں
تارے تمام رات نہائے فرات میں

۷

طے کر رہی ہے راہ بصد اضطراب رات
شاید سمجھ گئی ہے کوئی انقلاب رات
آرام گاہِ خاص میں جا کر شتاب رات
چھپتے ہی چاند ہو گئی یوں محوِ خواب رات
فکرِ جہاں کرے جو پریشاں دماغ کو
سو جائے جیسے کوئی بجھا کر چراغ کو

۸

وہ رات جس کے تارے تھے بیحد و بے شمار
لیکن وہی جو فوجِ یزیدی کا ہے شمار
سنتے ہی آفتاب کی آمد رہِ فرار
تھا فکرِ انتقام میں مشرق کا تاجدار
شب کو نہ پا کے جوشِ غضب بھی سوا ہوا
نکلا افق پہ آگ بگولا بنا ہوا

۹

یہ کہہ کے شاہِ شرق نے دریا پہ کی نظر
کیوں اے حبابِ شب کے ستارے گئے کدھر
ساحل کے لب نہ کھل سکے اللہ رے اثر
بھاگیں جلال دیکھ کے موجیں اِدھر اُدھر
ظاہر کیا جو ڈوبے ہوؤں کو نہ آپ نے
کرنوں کے جال ڈال دیئے آفتاب نے

۱۰

وہ جوشِ دار و گیر وہ خورشید کا جلال
جیسے حبیبؓ ابن مظاہر دمِ جدال
مشرق میں چھان بین تو مغرب میں دیکھ بھال
تارے چھپے ہیں جیسے کہ فوجِ زبوں خصال
یہ پوچھنے کو رات گئی کس کے روپ میں
سورج کا دن کٹے گا اسی دوڑ دھوپ میں

۱۱

ہے آفتابِ چرخ اِدھر محوِ گیرودار
ہتھیار سج رہے ہیں اُدھر شاہِ ذی وقار
سر پر رکھا عمامۂ محبوبِ کردگار
باندھی کمر سے فاتحِ خیبر کی ذوالفقار
انگڑائی لے کے حمد کی پروردگار کی
تصویر بن گئے شہِ دُلدل سوار کی

۱۲

رخصت حرم سے ہو کے جو نکلے شہِ انام
دیکھا کھڑا ہے عالمِ غربت میں خوش خرام
رن میں پڑے ہوئے ہیں زمیں پر فلک مقام
بولے غریب و بیکس و لاچار کا سلام
سب چھوڑ بیٹھے فاطمہؑ کے نورِ عین کو
اُٹھو کوئی سوار کرا دو حسینؑ کو

۱۳

ہر ایک کو پکار رہے ہیں شہِ ہُدا
عباسؑ و قاسمؑ و علی اکبرؑ اُٹھو ذرا
آتے نہیں ہو عونؑ و محمدؑ ہوا یہ کیا
زینبؑ نے جب سُنی شہِ مظلوم کی صدا
نکلی رکاب تھامنے کو اپنے بھائی کی
مشکل کشا کی بیٹی تھی مشکل کشائی کی

۱۴

اللہ رے ضبط چرخ ستاتا ہے صبر و شکر
بھائی شہید ہونے کو جاتا ہے صبر و شکر
اکبرؑ کا داغ دِل کو دُکھاتا ہے صبر و شکر
ویران سارا گھر نظر آتا ہے صبر و شکر
لب پر ہے آہ اور نہ صدا شور و شین کی
کیونکر نہ ہو بہن بھی ہے کس کی؟ حسینؑ کی

۱۵

روکے ہوئے ہے اشکوں کو زینبؑ اسیرِ غم
یہ سوچ کر نہ ہو کہیں شبیرؑ کو الم
دیکھا نگاہِ یاس سے پھر سر سے تا قدم
بولی بہن نثار ہو اے وارثِ حرم
بھیا بہن کو آج یہ صدمہ بڑا ہوا
ماں نے نہ دیکھا تم کو سپاہی بنا ہوا

۱۶

سنتے ہی ماں کا نام یہ بولے شہِ ہدا
ہاں اے بہن یہ سچ ہے مگر حکمِ کبریا
اب وقت کم ہے اور ہمیں کام ہے بڑا
اچھا تو تم سبھوں کو سپردِ خدا کیا
کچھ راز رہ گئے ہیں جنھیں پھر بتائیں گے
جب ہم سپرد کرنے امامت کو آئیں گے

۱۷

رہوار کو بڑھا کے چلے یوں امامِ کل
جیسے لچکتی شاخ کے اوپر ہو کوئی گل
نورِ نظر علیؑ کا دلِ خاتم الرسلؐ
ہے شور لافتیٰ کا تو صلِ علیٰ کا غل
جاتا ہے کس شکوہ سے بیٹا بتولؑ کا
حیدر کی ذوالفقار ہے گھوڑا رسولؐ کا

۱۸

ہے اسپِ خوش خرام پہ یہ حسن کا اثر
گھونگھٹ ہے یا کہ طنز عروسِ بہار پر
حوروں کی طرح چلتا ہے سینہ ابھار کر
قربان ہوتی جاتی ہے جبرئیلؑ کی نظر
نازاں براق سے بھی سوا راہوار ہے
جو دوشِ مصطفیٰؐ پہ چڑھا وہ سوار ہے

۱۹

امدادِ حق کے دِل میں سہارے بھرے ہوئے
اسوار کے نظر میں اشارے بھرے ہوئے
رگ رگ میں بجلیوں کے شرارے بھرے ہوئے
وہ جوڑ بند جن میں طرارے بھرے ہوئے
جانوں پہ بن گئی یہ جدھر کو بھی مُڑ گیا
سایہ نظر پڑا تو پری بن کے اُڑ گیا

۲۰

کچھ اِس ادا سے چلتا ہے رہوارِ تیز گام
ہر ہر قدم پہ کبک دری کرتی ہے سلام
اُڑتا ہے مثلِ تختِ سلیماں جو خوش خرام
پریاں کمال دیکھ کے کرتی ہیں یہ کلام
پتلی کے نقشِ سُم میں جو مانندِ صید ہیں
جنّات در کھُلے ہوئے زنداں میں قید ہیں

۲۱

کُل جسم پر پسینہ کے قطروں کا ہے یہ حال
آراستہ ہے موتیوں سے جیسے بال بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہوتا ہے یہ خیال
نکلا ہے جیسے تیسری شعبان کا ہلال
انداز کچھ عجیب کنوتی نے پائے ہیں
مومن نے جیسے ہاتھ دُعا کو اُٹھائے ہیں

۲۲

بجلی کی طرح پھرتا ہے رہوارِ خوش سیر
میداں میں پڑ رہی ہے وہ گرمی کہ الحذر
گردن کے لانبے بال پسینہ میں تر بہ تر
ہوتے ہیں جب دراز ہواؤں کے دوش پہ
قطرے عرق کے بہتے ہیں اس احتیاط پہ
گذرے ہے جیسے فوجِ حسینیؑ صراط پہ

۲۳

کلغی کا ہے کنوتی سے رشتہ جُڑا ہوا
کلیوں میں جیسے پھول ہو کوئی کھِلا ہوا
گردن کا طول یال سے ہے گُل بھرا ہوا
دیوارِ گلستاں پہ ہے سبزہ اُگا ہوا
تشبیہ دُم کی اس سے نہ بہتر کوئی ہوئی
چوٹی کسی حسین کی ہے بے گُندھی ہوئی

۲۴

گردن صراحی دار تو آنکھیں مثالِ جام
جس پر نثار حیدری میخوار ہیں تمام
باگوں کو یوں سنبھالے ہوئے ہیں شہِ انام
ہاتھوں میں جیسے گلشنِ جنّت کا انتظام
طولِ لجام اسپ دہن تک جو پاتے ہیں
دو سیدھے راستے ہیں جو کوثر کو جاتے ہیں

۲۵

رکھتا ہے دیکھ دیکھ کے پاؤں جو راہوار
مطلب یہ ہے کہ اپنی جگہ ہو نہ زینہار
خونِ نجس سے پاک زمیں ہو نہ بے وقار
ہوں حدِّ کربلا سے اُدھر قتل بدشعار
کہتا ہے شہ کے حق میں قبالہ لکھا ہوا
قدموں سے جا رہا ہے زمیں ناپتا ہوا

۲۶

پہونچا جو اُس جگہ پہ شہِ دیں کا راہوار
تھی مورچے جمائے جہاں فوج بدشعار
کہنے لگے یہ شامیوں سے شاہِ نامدار
آلِ نبیؐ پہ تم نے کئے ظلم بے شمار
رہنے دیا نہ مجھ کو مدینے میں چین سے
مہماں بُلا کے تم نے دغا کی حسینؑ سے

۲۷

مجھ سے کوئی قصور ہوا ہو تو کہہ دو صاف
اسلام سے کیا تھا کبھی میں نے انحراف
تم نے سُنا تھا کچھ کبھی توحید کے خلاف
دیکھو کبھی خدا نہ کرے گا تمہیں معاف
طاعت قبول ہو گی نہ ربِّ انام کو
پڑھتے ہو تم نماز ستا کر امام کو

۲۸

وہ ظلم کر رہے ہو کہ جو دید نے شنید
پھر جاؤ تم رسول سے یہ بھی نہیں بعید
اس واسطے کیا ہے بھرا گھر مرا شہید
کوئی نہ جب رہے تو کروں بیعتِ یزید
ممکن نہیں کہ حق رہے باطل کے ساتھ میں
قرآں دیا نہ جائے گا جاہل کے ہاتھ میں

۲۹

باتیں یہ کر رہے تھے ابھی شاہِ بے نظیر
اعدا سنبھالنے لگے تیغ و سنان و تیر
کہنے لگے یہ سرورِ کونین سے شریر
کرتا ہے سر تمہارا طلب شام کا امیر
یہ گفتگو جو کی شہِ عالی مقام سے
حیدر کی تیغ تھی نکل آئی نیام سے

۳۰

مصروفِ جنگ ہو گئے سلطانِ بحر و بر
چاروں طرف ہے اسپ وفادار کی نظر
گرتے ہیں جتنے تیغ سے کٹ کٹ کے اہلِ شر
ٹاپوں سے توڑتا ہے یہ اُن سرکشوں کے سر
کیا کم یہ کام اُس کے لئے بہر داد ہے
مظلومؑ کربلا کا شریکِ جہاد ہے

۳۱

گرتے ہیں آکے پاؤں پہ کٹ کٹ کے خود سر
دو دو دکھائی دیتے ہیں ایک اک کے تا کمر
بھولے ہوئے ہیں بھاگنے کی راہ اہلِ شر
آتا ہے شام والوں کو صرف اس قدر نظر
ڈھالوں پہ تیغِ سرورِ دیں شعلہ بار ہے
بجلی سیاہ ابر کے اوپر سوار ہے

۳۲

گلچیں مثالِ برق صفت خو گرِ جلال
رفتار کی روش ہے کہ بادِ خزاں کی چال
شاخِ اُمید کاٹ دی دیکھا جسے نہال
چل دی کسی کا غنچۂ دل کر کے پائمال
ہر سمت باغیوں میں ہیں ساماں اُجاڑ کے
پھل برچھیوں کے پھینک گئی توڑ تاڑ کے

۳۳

مصروفِ کارزار ہے بدرالدجیٰ کا چاند
زہرؑا کا نورِ عین شہِ لافتیٰ کا چاند
خورشیدِ آسمانِ حرم کربلا کا چاند
خم ذوالفقار کا ہے کہ عیدالاضحیٰ کا چاند
اظہار شوق موت کا سامان ہو گیا
جس کے گلے سے مل گئی قربان ہو گیا

۳۴

سب کو یہ اشتیاق ہے پیدل ہوں یا سوار
دو باتیں ہم سے کاش یہ کر لے بس ایکبار
قربان ہونے والے ہیں مقتل میں بے شمار
آپس میں چپکے چپکے یہ کہتے ہیں جاں نثار
ناز و ادا تو دیکھیے لب کھولتی نہیں
دو دو زبانیں رکھتی ہے پر بولتی نہیں

۳۵

بجلی کی طرح گرتی ہے وہ تیغِ شعلہ بار
بھاگیں تو بھاگ ہی نہیں سکتے ستم شعار
مثلِ قضا لعینوں کی گردن پہ ہے سوار
اُٹھتی ہے ہر کٹے ہوئے سر سے لہو کی دھار
نظّارے ناریوں کے یہ حالِ زبوں کے ہیں
دوزخ بھڑک رہا ہے کہ فوارے خوں کے ہیں

۳۶

وہ انتشار چار طرف ہے کہ الحذر
گُرزِ گراں زمیں پہ ٹپکتے ہیں اپنے سر
تیروں کو پھینکتی ہے کماں ہاتھ جوڑ کر
ہیں شامیوں کو پیٹھ دکھائے ہوئے سپر
چار آئینے ہر اک کے بدن پر ہیں تنگ سے
نیزوں نے ہاتھ اُٹھا لئے میدانِ جنگ سے

مرثیہ ۹

خواب میں حضرت زہراؑ کو جو حُرؑ نے دیکھا

در حالِ جنابِ حُر علیہ السلام

تن پہ ہتھیار سجے جوش میں چہرہ بدلا
پونچھ کر ماتھے کو تقدیر کا لکھا بدلا

۱

خواب میں حضرت زہراؑ کو جو حُر نے دیکھا
دل دھڑکنے لگا ہوش اُڑ گئے تن کانپ اُٹھا
یک بہ یک چونک کے کہنے لگا اے میرے خدا
کس سے پوچھوں کہ مرے خواب کی تعبیر ہے کیا
نارسا کہتے ہیں یا بخت رسا کہتے ہیں
فاطمہؑ جس کو بُلائیں اُسے کیا کہتے ہیں

۲

مُجھ سے فرمایا ہے تو قاتلِ شبیرؑ نہ بن
مُصطفٰےؐ کے دِلِ مضطر کو نہ دے رنج و محن
کوفہ و شام کے سب لوگ بنے ہیں دُشمن
مُجھ سے اور بنتِ رسولِ عربیؐ کے یہ سخُن
جس کو محبوبِ خدا گود میں اپنی پالیں
میں تو کیا تیرے ہوں فرشتے بھی نہ کہنا ٹالیں

۳

میں کہاں اور کہاں بنتِ رسولِ دو جہاں
زوجۂ شیرِ خدا شبّرؑ و شبیرؑ کی ماں
جن کے ایثار کی دیتا ہے گواہی قرآں
فخرِ مریم ہیں دو عالم میں وہ خاتونِ جناں
اُن کا ہم مرتبہ کس طرح کوئی انساں ہو
جن کے دروازے کا جبریلِؑ امیں درباں ہو

۴

جائے حیرت ہے یزید اور ہوالیسوں کے خلاف
جن کے صدقے میں سرِ حشر ہو تقصیر معاف
جن کی تعریف نظر آتی ہے قرآن میں صاف
صدق و الطاف و کرم کرتے ہیں اس گھر کا طواف
وصف اتنے ہیں کہ عالم سے جُدا کہلائیں
یہ اگر سجدہ نہ کرلیں تو خُدا کہلائیں

۵

اُس سے اِصرار ہے نانا ہے پیمبرؐ جس کا
چومتے ہیں بہ ادب جنّ و ملک در جس کا
باپ ہے شیرِ خدا فاتحِ خیبر جس کا
ماں وہ ہے عقد ہوا عرش کے اوپر جس کا
منزلت دونوں کے حصّوں میں برابر آئی
باپ کو تیغ تو ماں کے لئے چادر آئی

٦

کبھی کردارِ بن سعد پہ کی کچھ تنقید
کبھی رودادِ وفائے شہِ دین کی تمہید
جانے کیا کیا تھی تخیل میں ابھی گفت و شنید
سامنے بیٹھ گیا آکے تصور میں یزید
بولا اے حُر نہیں معلوم یہ کیا ہوتا ہے
کیا یہی حقِ نمک ہے جو ادا ہوتا ہے

٧

میں نے جس کام کو بھیجا تھا کیا تو نے وہ کام؟
کیا انھیں باتوں سے مل جائیگا تجھکو انعام!
منحرف ہونے کا معلوم نہیں ہے انجام؟
قید ہو جائیں گے تیرے زن و فرزند تمام
عمر بھر روئے گی ماں تیری جوانی کے لئے
مثلِ شبیرؑ ترس جائے گا پانی کے لئے

٨

حُر نے لاحول پڑھی اور دیا اُسکو جواب
کتنا نا عاقبت اندیش ہے او خانہ خراب
اُسکو ترسائے گا خاکم بدہن تو پئے آب
جس کے بابا کو مِلا ساقیِ کوثر کا خطاب
نا خدائی کا شرف خلق میں پایا جس نے
حضرتِ نوحؑ کی کشتی کو بچایا جس نے

٩

اُس سے بیعت کا طلبگار ہے او بانیِ شر
جو کہ ہے منزلِ دینِ نبوی کا رہبر
وقت دیکھا ہے شریعت پہ تو ہے سینہ سپر
قلعہ اسلام کا ڈھا جائے یہ روکے نہ اگر
دورِ باطل میں بھی حق کی نہ تباہی دیکھی
سامنے آگیا یہ پُشت پناہی دیکھی

١٠

حشر اچھا نہیں او دشمنِ اسلام ترا
جُرم لکھتے ہیں فرشتے سحر و شام ترا
سب کو معلوم ہے ہونا ہے جو انجام ترا
ننگ سمجھے گی زمیں اپنے لئے نام ترا
دشمنِ جاں تو تری موت بصد جبر بنی
یہ پتہ بھی نہ چلے گا کہ کہاں قبر بنی

۱۱

صبحِ کاذب کی طرح شام کا بنتا ہے امیر
کچھ حکومت میں حکومت ہے تری او بے پیر
تو وہ بُزدل ہے کہ دُنیا میں نہیں جس کی نظیر
شرم کر شرم بہتّر کے لئے فوجِ کثیر
آگ لگ جائیگی کہہ دوں گا جو حق طرفی کی
نہر روکی ہے علامت ہے یہ کم ظرفی کی

۱۲

تو کہاں اور کہاں ابنِ شہِ قلعہ شِکن
سب کو معلوم ہے دُنیا میں ترا چال چلن
خود کو کیا سمجھا ہے اُو دینِ خدا کے دُشمن
گھر کا بھیدی ہوں مرے سامنے مغرور نہ بن
بس یہ کہہ لے کہ ہوا ٹھیک زمانے کی نہ تھی
ورنہ یہ شرط خلیفہ کے بنانے کی نہ تھی

۱۳

غیر ممکن ہے کہ بیعت کرے شاہِ کونین
وقتِ حاضر کا امام ابنِ رسُولِ الثقلین
فیصلہ اس کے سوا ہو نہیں سکتا مابین
حکمراں مُلک کا تو دینِ پیمبرؐ کا حسین
تیرا قرآن و احادیث سے کچھ میل نہیں
جانشینی ہے پیمبرؐ کی کوئی کھیل نہیں

۱۴

پھر یہ کہتا ہوں کہ کھا اپنی حکومت پہ ترس
کام اُتنا ہی کرے جتنا ہو انسان کا بس
تخت پائے ہوئے گذرا ابھی نہیں نصف برس
اُس پہ اس درجہ تجھے ہو گئی دنیا کی ہوس
آج یہ ضد ہے کہ شبیر سے بیعت لے لوں
کل کو اس بات پہ لڑنا کہ امامت لے لوں

۱۵

دیکھ پچھتائے گا بے حد تجھے ذلّت ہوگی
تیری بیعت طلبی تجھ کو مصیبت ہوگی
ساری دنیا میں ترے نام سے نفرت ہوگی
نہ ترا تخت رہے گا نہ حکومت ہوگی
منع شہ سے جو تجھے بہرِ وفا کرتا ہوں
یہ ترا حقِّ نمک ہے جو ادا کرتا ہوں

۱۶

تھیں تصور میں یہ باتیں جو نکل آئی سحر
حُر نے کی پہلے ادا طاعتِ ربِّ اکبر
بعدِ تسبیح اٹھا یا شہِ صفدر کہہ کر
باندھ لی نُصرتِ فرزندِ پیمبرؐ پہ کمر
تن پہ ہتھیار سجے جوش میں چہرہ بدلا
پونچھ کر ماتھے کو تقدیر کا لکھا بدلا

۱۷

اب جو حُر خیمہ سے نکلا ہے تو کچھ بات ہے اور
نہ ملاقات کسی سے نہ کسی شخص پہ غور
ہاتھ میں تیغ سنبھالے ہوئے بدلے ہوئے طور
جیسے شبیرؑ کا ہے راج یزیدی نہیں دور
حاکمِ شام کا خوفِ حشم و جاہ نہیں
شمر کا پاس بنِ سعد کی پرواہ نہیں

۱۸

پوچھتا ہے جو کوئی وجہِ بغاوت کیا ہے
حُر یہ کہتا ہے کہ باطل کی حکومت کیا ہے
سب کو معلوم ہے احمدؐ کی وصیت کیا ہے
جان جب تک کہ نہ دوں شہ پہ محبّت کیا ہے
سر کو قربانِ شہِ کرب و بلا کر دوں گا
آج میں اجرِ رسالت کا ادا کر دوں گا

۱۹

لشکرِ شام نے سنتے ہی یہ اندھیر کیا
حُر کو سمجھانے بجھانے کے لئے گھیر لیا
خون کا گھونٹ دمِ غیظ دلاور نے پیا
راستہ میں جو پڑا تھا وہ پرا توڑ دیا
فوج سے یوں پئے سلطانِ مدینہ نکلا
جس طرح نوحؑ کا طوفاں سے سفینہ نکلا

۲۰

لے چلا حُر کو سوئے شہ فرسِ تیز خرام
نظر آنے لگے نزدیک جو آقا کے خیام
روکنے کے لئے کھینچی جو نہی گھوڑے کی لگام
دل سے بے ساختہ نکلی یہ صدا ہائے امام
میں نے کاہے کو نہ فرمانِ شقی کو روکا
کیا کیا میں نے جو فرزندِ نبی کو روکا

۲۱

واقعی عفو کے قابل نہیں میرا یہ قصور
جاؤں کس منہ سے شہِ یثرب و بطحیٰ کے حضور
یہ تو معلوم ہے مجھکو میرے آقا ہیں غیور
رحم آجائے مرے حال پہ یہ بھی نہیں دور
کیا عجب دامنِ اُمید وہ میرا بھر دیں
علیؑ اکبرؑ سے کہوں گا کہ سفارش کر دیں

۲۲

ہاتھ عباسؑ کے جوڑوں گا بصد عجز و نیاز
کہنا بھائی کا بہت مانتے ہیں شاہِ حجاز
آگئے بندہ نوازی پہ اگر بندہ نواز
شکرِ خالق کی پڑھوں گا درِ مولا پہ نماز
سب یہ کہتے ہیں تمناؤں کے پانے والے
رحم دل ہوتے ہیں اس گھر کے گھرانے والے

۲۳

دل میں یہ سوچ کے رہوار سے اُترا وہ جری
ہاتھ باندھے ہوئے رومال سے آنکھوں میں تری
خدمتِ شاہ میں پہونچا جو عدم کا سفری
آئی آوازِ محبت کہ گناہوں سے بری
لب پہ عفو جو اُس اہلِ وفا نے کھولے
ہاتھ حُر کے پسرِ عقدہ کُشا نے کھولے

۲۴

پیار سے مل کے گلے بولے شہنشاہِ اُمم
بھائی کیا تیری تواضع کریں اس حال میں ہم
تجھکو معلوم ہیں جو کچھ ہیں ہمیں رنج والم
پانی روکے ہوئے دو روز سے ہیں اہلِ ستم
اتنی ایذا پہ بھی شکوہ ہمیں منظور نہیں
پیاسے بچے مرے مرجائیں تو کچھ دور نہیں

۲۵

حُر نے کی عرض کہ اے بادشہِ کون و مکاں
آپ کے رحم کی تعریف میں قاصر ہے زباں
واقعہ یہ تو ابھی کا ہے عیاں را چہ بیاں
بخش دی میری خطا کم ہے یہ کوئی احساں
اب مجھے رن کی اجازت ہو ہمیشہ کے لئے
نہر چھوڑ آیا ہوں جامِ مئے کوثر کے لئے

۲۶

دل کو بے چین کئے دیتا ہے ارمانِ بہشت
پھر رہا ہے مری آنکھوں میں گلستانِ بہشت
بن چکا ہوگا مرے واسطے ایوانِ بہشت
آپ کہلاتے ہیں سردارِ جوانانِ بہشت
جاں نثاری کی جو آقا سے اجازت ہوگی
یہ اجازت مجھے پروانۂ جنت ہوگی

۲۷

سُن کے حُر کا یہ بیاں بولے شہنشاہِ اُمم
خیر بھائی تجھے میداں کی رضا دیتے ہیں ہم
پڑھ کے کی نادِ علیؑ شاہ نے غازی پہ جو دم
سر پہ لہرا دیا عباسؑ علیؑ نے پرچم
حُر کے جانے کی حرم میں جو خبر جانے لگی
خیمۂ شہ سے دُعاؤں کی صدا آنے لگی

۲۸

فخر کرتا ہوا قسمت پہ وہ جانباز چلا
ہو کے سرکارِ حُسینی سے سرافراز چلا
جس کا انجام مبارک تھا وہ آغاز چلا
فوجِ اعدا کو یہ دیتا ہوا آواز چلا
خیر جو چاہے وہ پائے شہِ دیں پر جھک جائے
تیغ رُکنے کی نہیں چاہے قیامت رُک جائے

۲۹

شور ہے لشکرِ اعدا میں کہ حُر آتا ہے
رنگ ہر ایک کا دہشت سے اُڑا جاتا ہے
جس کو دیکھو وہی لب پر یہ سخن لاتا ہے
مُرغِ ہستی قفسِ جسم میں گھبراتا ہے
بھالے جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں تھراتے ہیں
جو کماں دار ہیں گوشوں میں چھپے جاتے ہیں

۳۰

جتنا حُر بڑھتا ہے گھٹتا ہے اُدھر فوج کا دل
بُزدلی دیکھ کے ہر ایک پہ ہنستی ہے اَجل
شمر کے ہوش اُڑے جاتے ہیں دل کو نہیں کل
ہے بن سعد کے خیمے میں قیامت کا محل
پیدل آتے ہیں سواروں کے پرے آتے ہیں
دوزخی جیسے کہ دوزخ میں بھرے جاتے ہیں

۳۹

پاس اِس بات کا رکھنا کہ ابھی دور ہے شام
بارہ چودہ تو مرے واسطے ہوں جام پہ جام
فوجیں لے آیا ہے نزدیک بن سعد تمام
لُطف جب ہے نہ رُکے تو نہ رُکے تیرا غلام
سلسلہ بادہ کشی کا دمِ پیکار چلے
تیرا ساغر چلے ساقی مری تلوار چلے

۴۰

اب کے حملہ جو کروں گا تو یہ ہوگا عالم
کہ اُکھڑ جائیں گے ثابت قدموں کے بھی قدم
ہر طرف بھاگتے آئیں گے نظر اہلِ ستم
احتیاط اتنی مناسب ہے تجھے کم سے کم
غیر نظریں کہیں پڑ جائیں نہ میخانے پر
ڈال دے چادرِ زہرا مرے پیمانے پر

مرثیہ ۱۰

مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی

در حالِ حضرت قاسم ابن حسن علیہ السلام

ایسی کچھ منتظرِ صبح بنا دیں آنکھیں
نیند بھی آئی تو آنکھوں نے دکھا دیں آنکھیں

۱

مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی
روشنی مہرِ جہاں تاب کی کافور ہوئی
جلوۂ مہ سے زمیں دشت کی پُرنور ہوئی
فوج تیار ستاروں کی بدستور ہوئی
جلتی ریتی پہ جو پیاسوں نے جگہ پائی ہے
چاندنی فرش بچھانے کے لئے آئی ہے

۲

دشت میں ہیں جو فروکش شہِ دیں کے انصار
رات سو جان سے اُن پر ہوئی جاتی ہے نثار
جنگ کے شوق میں آتا نہیں دم بھر کو قرار
آسماں پر ہے نظر دل میں ہے عزمِ پیکار
ایسی کچھ منتظرِ صبح بنا دیں آنکھیں
نیند بھی آئی تو آنکھوں نے دکھا دیں آنکھیں

٣

دیکھے ہوں گے نہ فلک نے کہیں ایسے خوش رو
گورے گورے سے وہ رُخسار وہ کالے گیسو
ماہِ نو جن سے خجل ہو وہ خمیدہ ابرو
باوفا ایسے کہ دیں شہ کے پسینے پہ لہو
وقت پر جان نثارِ شہِ والا کر دیں
کھینچ لیں تیغ تو عالم تہ و بالا کر دیں

٤

ولولے جنگ کے اس درجہ کہ خالق کی پناہ
حسرتیں ہیں کہ ہوں قربانِ شہِ عالیجاہ
جب یہ کہتا ہے کوئی شام کا لشکر ہو تباہ
دوسرا جھوم کے کہتا ہے کہ انشاء اللہ
ایک حملے کی بھی یہ فوجِ بد انجام نہیں
درِ کوفہ نہ ہلا دوں تو میرا نام نہیں

٥

کوئی کہتا ہے مجھے اذن جو پہلے مل جائے
پھر کسی اور کے لڑنے کی تو نوبت ہی نہ آئے
دیکھنے کو بھی نشاں فوجِ مخالف کا نہ پائے
نام سُن سُن کے میرا حاکمِ کوفہ تھرّائے
ساری دنیا پہ عیاں جنگ کا حاصل کر دوں
شام والوں کو سحر دیکھنا مشکل کر دوں

٦

جوش میں آ کے دلیروں نے کئے تھے جو مقال
باتیں سب خیمہ میں سنتے تھے شہِ نیک خصال
تھی کبھی رُخ پہ بشاشت کبھی آثارِ ملال
کہ یکایک ہوا بھائی کی وصیت کا خیال
اشک بھر آئے رکھے آنکھوں پہ رومال اُٹھے
درد کی طرح شہنشاہِ خوش اقبال اُٹھے

۷

آکے زینبؑ سے کہا مادرِ قاسمؑ کو بُلاؤ
کہہ دو فرزندِ حسنؑ کو ابھی نوشاہ بناؤ
چادرِ فاطمہؑ زہراؑ مری کُبریٰ کو اُڑھاؤ
جمع سب اہلِ حرم بیاہ میں آکر ہو جاؤ
بزم آراستہ کی سینے کے داغوں کی طرح
جلوہ گر ہو گئے معصوم چراغوں کی طرح

۸

رتبۂ خانۂ شبیرؑ کے شاہد تھے چراغ
سر ہتھیلی پہ تھا جن کا وہ مجاہد تھے چراغ
لو لگی رہتی تھی اللہ سے زاہد تھے چراغ
جن کو کعبے میں رکھا جائے وہ عابد تھے چراغ
چرخ پر مہر نہیں روشنی والا ایسا
سامنے خُلد نظر آئے اُجالا ایسا

۹

رات میں صورتِ خورشید منوّر تھے چراغ
راہِ حق جن پہ تھی روشن یہ وہ رہبر تھے چراغ
وہ تجلّی تھی کہ رشکِ مہِ انور تھے چراغ
ایک گھر شاہ کا تھا اور بہتّر تھے چراغ
روشنی کے لئے فرزندِ نبیؐ لایا تھا
اِن کو نولاکھ نے مشکل سے بُجھا پایا تھا

۱۰

محضرِ سیّدِ کونین کے مرقوم چراغ
سینکڑوں ظلم ہوئے جن پہ وہ مظلوم چراغ
جن کی تقصیر نہ تھی کچھ بھی وہ معصوم چراغ
نام زندہ ہے ابھی جن کا وہ مرحوم چراغ
صبح کو ایسے گئے داغِ اَلم دیکے چراغ
آج تک رات اُنھیں ڈھونڈھتی ہی لیکے چراغ

۱۱

الغرض شاہ نے ہر رسمِ جہاں کو چھوڑا
نہ بنی کو تھا محافہ نہ بنے کو گھوڑا
صبح ہو جانے میں جو وقت رہا تھا تھوڑا
ماں نے پہنادیا قاسمؑ کو شہانا جوڑا
شاہ نے بھائی کی تعمیلِ وصیت کردی
صیغۂ عقد پڑھا رو لئے رخصت کردی

۱۲

واقعی وقت یہ ہوتا ہے بڑا محشر خیز
پوچھو ماں باپ کے دل سے یہ گھڑی غم انگیز
تھا کہاں دشت میں سامان تکلیف آمیز
دیدیا جیسا بھی پردیس میں ممکن تھا جہیز
سر سلامی کے لئے خم جو کیا دولہا نے
ڈھال عباسؑ نے دی تیغ شہِ والا نے

۱۳

بیاہ کر چھوٹا سا دولہا جو دولہن گھر لایا
ہاتھ بھر بڑھ گیا شادی سے کلیجہ ماں کا
لیکے اُس ننھے سے گھونگھٹ کی بلائیں یہ کہا
خیریت سے تجھے پہونچائے مدینہ میں خُدا
خوش ہو بیمار بہن شاد وطن والے ہوں
یہ دُعا ہے کہ مدینہ میں ترے چالے ہوں

۱۴

تھا اِدھر مادرِ قاسمؑ کا بہو سے یہ خطاب
اُس طرف شوقِ وغا کرتا تھا دل کو بیتاب
مضطرب تھے کہ کسی طرح کٹے رات شتاب
کبھی ہونٹوں پہ تبسم کبھی چہرے پہ عتاب
تیوری جو صُبح نہ ہونے پہ چڑھی جاتی تھی
رات گیسو کی طرح اور بڑھی جاتی تھی

۱۵

شب جو باقی تھی کسی طرح نہ تھا دل کو قرار
سورۂ فجر کا دم کرتے تھے پڑھ کر ہر بار
دِل میں روکے سے نہ رُکتا تھا جو شوقِ پیکار
تیر ترکش سے نکالے کبھی تولی تلوار
تن پہ ہتھیار کبھی اپنے سنوارے دیکھے
شمع کی لو کبھی دیکھی کبھی تارے دیکھے

۱۶

نظر آتے تھے نہ گردوں پہ جب آثارِ سحر
شیر کی طرح سے آجاتا تھا بل ابرو پر
اُٹھ کے ٹہلے کبھی خیمہ میں اِدھر اور اُدھر
آئینہ لے کے کبھی غیظ میں دیکھے تیور
کبھی یہ عزم کہ کل لاشوں سے رن پٹ جائے
کبھی خنجر کو کیا تیز کہ شب کٹ جائے

۱۷

جھوم کر کہتے تھے گو صورتِ شاخِ گُلِ تر
مِثل سبزے کے میں پامال کروں گا لشکر
دل سے سرد آہ بھری گہہ صفتِ بادِ سحر
مُسکرائے کبھی غنچہ کی طرح یہ کہہ کر
معرکے باغِ جہاں میں یہ کہاں ملتے ہیں
دیکھو کیا صبح کو میدان میں گُل کھلتے ہیں

۱۸

ولولے دل کے کسی طرح سے ہوتے نہ تھے کم
اک ذرا بات پہ ہوتی تھی طبیعت برہم
کشمکش شادی و غم کی تھی عجب تھا عالم
شہ پہ مرنے کی خوشی رات نہ کٹنے کا الم
دور تک چرخ پہ ڈھونڈے سے نہ جب پائی سحر
رُخ سے سہرے کو ہٹایا تو نکل آئی سحر

۱۹

باغِ عالم میں بہار آگئی سبزہ لہکا
وجد کرنے لگے اشجار ہر اک گل مہکا
گلشن سیّدِ کونین کا بلبل چہکا
لائے عباسؑ بچھانے کو مصلّٰی شہ کا
محوِ طاعت ہوئے غازی شہِ دلگیر کے ساتھ
عرش جھک جاتا تھا ہر سجدۂ شبیرؑ کے ساتھ

۲۰

محو تھے ذکرِ خداوندِ دو عالم میں طیور
آنکھ نرگس کی تھی بیداریٔ شب سے مخمور
قدرتِ حق کا نظر آتا تھا ہر سمت ظہور
پتّے پتّے پہ برستا تھا غرض صبح کا نور
غنچے کھِل جاتے تھے جب سرد ہوا آتی تھی
سجدۂ شکر کو ہر شاخ جھکی جاتی تھی

۲۱

قطرے شبنم کے جو گرتے تھے گلوں سے پیہم
صورتِ دانۂ تسبیح نبی تھی شبنم
بوٹا بوٹا یدِ قدرت کا تھا ممنونِ کرم
یادِ معبود میں مصروف تھا سارا عالم
ختمِ طاعت پہ دعا بادِ سحر نے دم کی
پھول پڑھتے رہے تسبیح دُرِ شبنم کی

۲۲

کوئی مصروفِ دُعا تھا تو کوئی محوِ سجود
بھیجتا تھا کوئی پیغمبرؐ خالق پہ درود
تھا ہزاروں کی زباں پر ابھی ذکرِ معبود
کہ ہوئی شرق سے خورشیدِ درخشاں کی نمود
ہاتھ قبضوں پہ رکھے عابد و زاہد اُٹھے
حق پہ مرنے کی قسم کھا کے مجاہد اُٹھے

۲۳

دل میں ایک ایک کے تھا حد سے سوا شوقِ وغا
چاہتا تھا یہی ہر ایک ملے مجھکو رضا
متوجہ جو رفیقوں سے ہوئے شاہِ ہدا
جوڑ کر ہاتھوں کو عباسؑ دلاور نے کہا
تیر لے کے لڑائی کے پیام آتے ہیں
ڈورے جرّاروں کی تیغوں کے کھلے جاتے ہیں

۲۴

جنگ پر صبح سے آمادہ ہیں فتنہ پرواز
دیکھا آقا نے کہ پڑھنے نہیں دیتے تھے نماز
اذن مل جائے تو پھر دیکھ لیں شہ کے جانباز
تیغ زن کتنے ہیں یہ کتنے ہیں یہ تیر انداز
شام تک فوجِ ضلالت کا نہ پیچھا چھوڑیں
تیغیں قدموں پہ جھکیں ہاتھ کمانیں جوڑیں

۲۵

ہو چکے جبکہ مُصر سارے عزیز و یاور
اُٹھے کرسی سے بصد یاس شہِ جن و بشر
جمع سب کر لیا چھوٹا سا وہ اپنا لشکر
منتظر تھے کہ اُدھر سے کوئی آجائے اِدھر
صدفِ شرع میں اسلام کا دُر آپہونچا
عہدہ خالی تھا ہراول کا کہ حُر آپہونچا

۲۶

شہ نے لپٹا کے گلے پہلے اجازت اُسے دی
واصلِ نار جری نے کئے کتنے ہی شقی
بعد اُس کے گئے میدان میں انصار کئی
مختصر یہ کہ لڑے خوب شہادت پائی
کر لئے نام جب اُن خاک کے پیوندوں نے
لی رضا شاہ سے زینبؑ کے جگر بندوں نے

۲۷

ناگہاں بیوۂ شبّرؑ نے جو پائی یہ خبر
کہ رضا لے گئے میدان کی زینب کے پسر
شرم سے غرقِ عرق ہو گئی وہ خستہ جگر
بولیں فِضّہ سے ذرا دیکھنا قاسمؑ ہے کدھر

کیا کہوں جھتی کہ زینب سے میں شرمائی ہوں
کتنا پردیس میں لا کر اِسے پچھتائی ہوں

۲۸

ذکر خیمے میں یہی تھا کہ جو آیا وہ جری
دیکھا مادر کو الگ بیٹھی ہیں غصہ میں بھری
مجرئی کرتا تھا کہ بس پونچھ کے آنکھوں سے تری
بولیں اللہ رے قاسمؑ یہ تری بے خبری

جز خدا کون شہِ دیں کا مدد والا ہے
میں نے مُنھ دیکھنے کو تیرہؑ برس پالا ہے

۲۹

حُر جو مہمان تھا لڑنے کو گیا تم نہ گئے
پا گئے یاور و انصار رضا تم نہ گئے
کر گئے عونؑ و محمدؑ بھی قضا تم نہ گئے
میں نے خود تم سے اشاروں میں کہا تم نہ گئے

گود کے پالے بھی ہو بھائی کی اولاد بھی ہو
دوہرا رشتہ ہے بھتیجے بھی ہو داماد بھی ہو

۳۰

یہ ابھی ذکر تھا خیمہ میں کہ شبّیرؑ آئے
پُرسا دینے کے لئے جانبِ ہمشیر آئے
ساتھ اکبرؑ بھی یہ کرتے ہوئے تقریر آئے
کام اِس جنگ میں سب صاحبِ توقیر آئے

دل ہے بے چین پریشاں ہے طبیعت مولا
اب عطا مجھ کو ہو میدان کی اجازت مولا

۳۱

جب سُنا بیوۂ شبّرؑ نے یہ اکبرؑ کا سوال
رو کے کی عرض کہ اے بادشہِ نیک خصال
میرے قاسمؑ کو جو اب تک نہ ملا اذنِ جدال
آپ نے بات نہ پوچھی کہ یہ بیوہ کا ہے لال
اتنا شرمندہ نہ فرمایئے دُکھ پائی ہوں
میں مدینہ سے تصدّق کے لئے آئی ہوں

۳۲

شکوہ آمیز جو تھے مادرِ قاسمؑ کے کلام
بولے اک سرد نفس بھر کے شہِ عرش مقام
تم کو معلوم ہے مارے گئے انصار تمام
صدمے کس کس کے سہے اک دلِ مضطر پہ امام
آپ کی گر یہی مرضی ہے تو رخصت دیدی
اچھا قاسمؑ تمہیں مرنے کی اجازت دیدی

۳۳

دے چکے رن کی رضا اُن کو جو شاہِ عالی
بڑھ گیا جوشِ وغا آ گئی رُخ پر لالی
ماں نے شمشیر و سپر سامنے لا کر ڈالی
اسلحہ دیکھ کے انگڑائی لی حیدرؑ والی
سامنے حضرت عباسؑ جو پائے نہ گئے
اتنے کمسن تھے کہ ہتھیار سجائے نہ گئے

۳۴

خود کلثوم نے بانو نے زرہ پہنا دی
دوش پر حضرتِ زینبؑ نے سپر لٹکا دی
تیر بھی لا دیئے فضّہ نے کماں بھی لا دی
ماں نے خود کانپتے ہاتھوں سے کمر بندھوا دی
دیکھ کر شکل جو اشک آنکھوں سے نکلے بہہ کر
رو پڑیں مُنھ سے خدا حافظ و ناصر کہہ کر

۳۵

ماں کو روتے ہوئے دیکھا تو ہوا دل کو الم
بولے اب صبر کرو آئیں گے میداں سے ہم
فتح کچھ دور نہیں چاہئے خالق کا کرم
کہہ کے یہ در کی طرف چند بڑھائے تھے قدم
سامنے آ گئی اک رنج و محن کی صورت
یاس سے تکنے لگے اپنی دولہن کی صورت

۳۶

دیکھا سرد آہوں سے اک دم کو نہیں ہے فرصت
کبھی خاموشی کبھی ہوتی ہے طاری رقت
یک بہ یک سر پہ نئی ٹوٹ پڑی تھی آفت
قابلِ رحم تھی اُس وقت دُلہن کی حالت
جوشِ غم کہتا تھا صبر اے دلِ ناشاد نہ کر
شرم کہتی تھی کہ آواز سے فریاد نہ کر

۳۷

اک عجب عالمِ حیرت میں تھی وہ آئینہ رو
مہندی ہاتھوں کی کئے دیتی تھی خود اپنا لہو
یاس کہتی تھی خدا کے لئے کر صبر بہو
سہرا پھولوں سے اُدھر پونچھ رہا تھا آنسو
قطرے اشکوں کے گلوں میں جو بھرے جاتے تھے
پھول ہیرے کی کنی کھا کے مرے جاتے تھے

۳۸

الغرض در کی طرف جھومتا وہ شیر آیا
تا درِ خیمہ حرم نے اُسے خود پہونچایا
سب نے مل مل کے کیا پیار گلے لپٹایا
بانو کرنے لگیں قرآن کا سر پر سایا
کر کے تسلیم جو شبیرؑ کا دُلارا نکلا
چاند کے بُرج سے چھوٹا سا ستارا نکلا

۳۹

سر جھکائے سوئے شبیرؑ چلا وہ جرّار
دور سے حضرتِ عباسؑ پکارے میں نثار
دیر سے دیکھتے ہیں راہ شہِ عرش وقار
آؤ لو رن کو سدھارو کہ ہے حاضر رہوار
سُن کے یہ خوش ہوئے گرداں کے دامن کو چلے
شہ کو مجرئی کیا گھوڑے پہ چڑھے رن کو چلے

۴۰

پوچھا جاتے ہی کہ روکا ہے یہ کس نے دریا
ڈوب مرتے نہیں مہمان کو پیاسا مارا
صرف اِس بات پہ پھولے ہو کہ لشکر ہے بڑا
سامنے حیدری جرّاروں کے تو لاکھ ہیں کیا
ہم اگر تیغ دمِ تشنہ دہانی لے لیں
تم تو کیا چیز ہو جنّات سے پانی لے لیں

۴۱

دیکھوں اب نہر کو روکے سیہ بد اوقات
بڑھ کے گُدّی سے زباں کھینچ لوں کر جائے جو بات
شاہِ مرداں کی قسم پڑ گیا قبضے پہ جو ہاتھ
پوتا حیدرؑ کا نہیں لال جو کر دوں نہ فرات
نہر کے گھاٹ پہ طوفان جو برپا دیکھیں
سارے دریا کے حُباب اُٹھ کے تماشہ دیکھیں

۴۲

کہہ کے یہ میاں سے قاسمؑ نے نکالی تلوار
چاند سا تھا جو مجاہد تو ہلالی تلوار
ساری دنیا سے الگ سب سے نرالی تلوار
وار کرتے تھے تو جاتی تھی نہ خالی تلوار
کتنی شائستہ تھی رکھتی تھی نظر میں رَن کو
تھی خمیدہ کہ سلامی میں ملی تھی اِن کو

تاریخ امامباڑہ جلالی

امام باڑہ حصار جلالی المعروف بہ چھوٹا امام باڑہ کے تاریخی حالات
جو اُستاد الشعراء جناب سیّد محمد حسین صاحب قمر جلالوی مرحوم نے
ایک مثنوی کی صورت میں نظم فرمائے

بشکریہ :- جناب ضمیر اختر نقوی

جوشِ عشق شہِ مظلوم عیاں کرتا ہوں
اس عزاخانہ کے حالات بیان کرتا ہوں
پیش کرتا ہوں حقیقت کی بنا کر تصویر
سب سے پہلے یہ عزاخانہ ہوا ہے تعمیر
اب بھی موجود ہیں شاہان اودھ کے اسناد
اہلِ تاریخ نے اس طرح لکھی ہے روداد
فرخ آباد سے اُٹھا جو نزاعی شعلہ
لے کے لشکر چلے نواب شجاع الدولہ
سپہ سالار مظفر بھی تھے ہمراہِ سفر
اور وزیروں میں اک الماس علی نیک سیر

جبکہ نزدیک جلالی کے یہ لشکر پہونچا
ناگہاں چاند محرّم کا فلک پر دیکھا

حکم شاہی ہوا دس روز رہا جائے یہیں
نصب خیمے ہوئے آخر کو جلالی کے قریں

پھر دیا حکم کہ مولا کا عزا خانہ بنے
اور اُس میں علم و تعزیہ چاندی کا سجے

تھا جو ہمراہ وہ کپڑے کا عزا خانہ سجا
دل سے ہر ایک غمِ شاہ میں دیوانہ بنا

تھی نہ تفریق کوئی اپنے و بیگانے میں
مجلسیں ہوتی تھیں مولا کے عزا خانے میں

ایک شب شرکتِ مجلس کے لئے دعوت پر
اس عزا خانے میں وارد ہوا شاہی لشکر

ابتدا جب ہوئی مجلس کی تو طوفان آیا
شمعیں گُل ہوگئیں ہر سمت اندھیرا چھایا

اس پریشانی میں لوگوں نے عجب دیکھا حال
نوحہ خوانی میں بزرگ ایک ہیں مصروف کمال

ظاہر اوصاف شرافت کے ہر ایک بات سے ہیں
میر خیرات علی نام ہے سادات سے ہیں

سجدۂ حق کا عیاں نور ہے پیشانی سے
سلسلہ ملتا ہے سیّد علی ہمدانی سے

ذکرِ بربادیٔ شاہِ شہدا کرتے ہیں
گاہ سینہ زنی گہ آہ و بکا کرتے ہیں

سامنے شمع ہے آندھی ہیں مسلسل روشن
گو کہ ہے معجزۂ ذکرِ شہنشاہِ زمن

دیکھ کر معجزۂ خانۂ فرزندِ رسولؐ
شیعہ مذہب کیا نواب مظفر نے قبول

اور نواب اودھ نے یہ معاً فرمایا
نذر کرنا ہے کچھ اس جا کے لئے بہرِ عزا

مختصر یہ کہ ہوئے ختم جب ایّامِ عزا
فوج کا منزلِ مقصد کی طرف کوچ ہوا
جنگ میں فتح جو نوّابِ اودھ نے پائی
لکھنؤ جا کے نیازِ شہِ دیں یاد آئی
فوراً اک بھیجا جلالی کے لئے ناقہ سوار
میر خیرات علی پہونچے بصد عزّ و وقار
کی بہت آپ کی نوّابِ اودھ نے عزّت
سرِ دربار کئے پیش خطاب و خلعت
اور جلالی کے عزا خانے کو دی نذر زمیں
تا ابد ہوتی رہے جس سے نیازِ شہِ دیں
سنِ تعمیرِ عزا خانہ سے واقف ہے علیم
سن بارہ سو دو میں فقط اک لفظ "قدیم"
اس عزا خانے کی تاریخ معہ زیر و زبر
میں نے اسنادِ اودھ دیکھ کے لکھی ہے قمر